ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
21 تا 27 مارچ 2002ء

☆ دہشت گردی کی نئی لہر (اداریہ)
☆ سقوطِ کابل: تصویر کا روشن رخ (حقیقت احوال)
☆ حقیقت نفاق: سورۃ منافقون کی روشنی میں (منبر و محراب)

## باہمی اختلافات کے سدباب کا واحد راستہ

شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس اللہ سرہ' اسیرِ مالٹا اپنی پونے چار سالہ جیل سے رہائی کے بعد دار العلوم دیوبند میں تشریف لائے تو علماء کے ایک مجمع کے سامنے آپ نے ایک اہم بات ارشاد فرمائی کہ:

''میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا' دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی' اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے۔ بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی بستی میں قائم کئے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے' اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔''

آج بھی مسلمان جن بلاؤں میں مبتلا اور جن حوادث و آفات سے دوچار ہیں' اگر بصیرت سے کام لیا جائے تو ان کے سب سے بڑے سبب یہی دو ثابت ہوں گے۔ قرآن کو چھوڑنا اور آپس میں لڑنا' غور کیا جائے تو یہ آپس کی لڑائی بھی قرآن کو چھوڑنے ہی کا لازمی نتیجہ ہے۔ قرآن پر کسی درجے میں بھی عمل ہوتا تو خانہ جنگی یہاں تک نہ پہنچتی۔

(مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''وحدت امت'' سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

﴿وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ط تِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ ط قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o بَلٰی ق مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗٓ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ ص وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ o وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ ص وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَھُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ لا وَّھُمْ یَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ط کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِھِمْ ج فَاللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ o﴾ (آیات : ۱۱۱ تا ۱۱۳)

''اور وہ کہتے ہیں کہ جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا مگر وہی جو یہودی ہے یا نصرانی' یہ (محض) ان کی خوشنما تمنائیں ہیں۔ (اے نبیؐ! ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ کیوں نہیں! جو کوئی بھی اپنے چہرے کو اللہ کے سامنے جھکا دے اور وہ حسن عمل والا بھی ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس محفوظ ہے' اور ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ حزن سے دوچار ہوں گے۔ اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی بنیاد پر نہیں ہیں' اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودیوں کی کوئی حقیقت نہیں' (حالانکہ) وہ دونوں کتاب (یعنی تورات) کو پڑھتے ہیں' اسی طرح کی باتیں وہ لوگ بھی کہتے رہے جو کوئی علم نہ رکھتے تھے' پس اللہ ہی قیامت کے دن ان کے مابین ایسی تمام چیزوں کے متعلق فیصلہ کرے گا جن میں وہ باہم اختلاف کررہے تھے۔''

عیسائی اور یہودی اگرچہ ایک دوسرے کو کافر کہتے تھے اور باہم دست وگریباں رہتے لیکن مسلمانوں کے خلاف بعض معاملات میں وہ یکجا ہوجاتے۔ چنانچہ جب کبھی اس امر پر بحث ہوتی کہ جنت میں کون لوگ داخل کئے جائیں گے تو اہل کتاب مسلمانوں کے خلاف گٹھ جوڑ کرلیتے اور یہ موقف اختیار کرتے کہ جنت میں صرف وہی شخص جائے گا جو یا تو نصرانی عقیدے کا حامل ہوگا یا پھر یہودیت کا پیروکار اور ان کے علاوہ جنت میں کسی کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اس نظریئے کا ابطال کرتے ہوئے زیر درس پہلی آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ ایسی تمام باتیں دراصل یہود ونصاریٰ کے دل خوش کن خیالات ہیں۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے انہوں نے ایسے من گھڑت عقائد کو اپنا رکھا ہے۔ پھر مبارزت کے انداز میں فرمایا گیا کہ اگر یہود ونصاریٰ جنت میں داخلے کے لئے صرف خود ہی کو اہل سمجھتے ہیں تو انہیں اپنے اس دعوے کی حمایت میں تورات یا انجیل سے ثبوت پیش کرنا چاہئے۔

اسلام کے معنی سرنڈر کرنے کے ہیں' پس جو کوئی بھی ذاتی اور گروہی تعصبات سے بالاتر ہوکر اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر ہر حکم الٰہی کے سامنے سرِتسلیم خم کردے اور وہ حسن اعمال کا مالک بھی ہو تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا حق دار ٹھہرتا ہے۔ اسے نہ تو دنیاوی زندگی میں کسی قسم کا خوف اور اندیشہ رہتا ہے نہ ہی وہ آخرت میں ناامیدی اور ملال کا شکار ہوگا۔

یہود ونصاریٰ مسلمانوں کے مقابلے میں تو باہم اکٹھے ہوجاتے تھے لیکن آپس میں ان کا عناد کس درجہ کا تھا' اس کی حقیقت اگلی آیت میں بیان کی گئی ہے۔ یہودی صرف اپنے مذہب کو حق پر سمجھتے تھے اور ان کا دعویٰ تھا کہ نصرانیت کی کوئی بنیاد نہیں ہے جبکہ دوسری طرف بعینہٖ یہی خیال نصاریٰ کا یہود کے بارے میں تھا' باوجودیکہ دونوں اقوام ایک کتاب کو ماننے والی تھیں۔ یہودی عہد نامہ عتیق (Old testament) پر یقین رکھتے ہیں جس میں تورات اور زبور شامل ہیں لیکن عہد نامہ جدید یعنی انجیل کو نہیں مانتے جبکہ عیسائی ان دونوں کو مقدس سمجھتے ہیں۔ یوں عہد نامہ عتیق پر دونوں مذاہب کا اتفاق ہے۔ موجودہ بائبل کا صرف چھٹا حصہ عہد نامہ جدید ہے جبکہ باقی پانچ حصے عہد نامہ عتیق پر مشتمل ہیں۔ یہ اہل کتاب تو حق کو جانتے اور پہچانتے ہوئے ایسی باتیں کرتے رہے جبکہ مشرکین مکہ بھی' جو کسی آسمانی علم کے حامل نہیں تھے' اسی طرح کے بے بنیاد دعوے کرتے تھے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ روزِ محشر ان اختلافی امور کے متعلق فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کریں گے اور یہ واضح ہوجائے گا کہ فی الواقع کون سا مذہب سچا اور کون لوگ حق پرست تھے!

☆ ☆ ☆

<u>فرمانِ نبوی</u> | **کاروباری شراکت میں دیانت داری اور اس کی برکات** | <u>چوہدری رحمت اللہ بٹر</u>

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَفَعَہٗ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَخُنْ اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ فَاِذَا خَانَ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِھِمَا (رواہ ابو داؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں کہ جب دو آدمی باہم شراکت سے کاروبار کریں تو تیسرا میں ان کے ساتھ ہوتا ہوں (یعنی میری رحمت وبرکت ان کے ساتھ ہوتی ہے) جب تک ان میں سے کوئی اپنے ساتھی کے ساتھ خیانت اور بددیانتی نہ کرے۔ پھر جب ان میں سے کوئی خیانت کرے تو میں ان سے الگ ہوجاتا ہوں۔

اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ شراکت کا کاروبار جائز ہے بلکہ اس میں برکت بھی ہے۔ آج کل دیکھا گیا ہے کہ شراکت دار عموماً بددیانتی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کی تجارت میں برکت نہیں رہتی اور جلد ہی شراکت ختم ہوجاتی ہے بلکہ نقصان پر ہی معاملہ ختم ہوتا ہے۔ لیکن ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ دوسروں کو اپنے کاروبار میں ضرور شریک کرتے تھے کہ ان کی شراکت سے کاروبار میں برکت ہوجائے گی' کیونکہ ان کی دیانت اور امانت کے بارے میں وثوق ہوتا تھا۔ ایسے ہی تاجروں کے لئے قیامت میں بھی بہت بڑے اجر کا ذکر بار بار آپؐ کے فرمودات میں آیا ہے کہ اپنے کاروبار میں سچائی اور امانت کا رویہ اختیار کرنے والے تاجر آخرت میں انبیاء کی معیت حاصل کریں گے۔ آج کے مسلمان بھی اگر آنحضور ﷺ کے بتائے ہوئے اصول اپنالیں تو بین الاقوامی تجارت میں بھی ان کی ساکھ بن جائے اور بیرونی تجارت کے زیادہ مواقع پیدا ہوں۔ آمین!

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

# ندائے خلافت

جلد 11 شمارہ 11

21 تا 27 مارچ 2002ء

(٦ تا ١٢ محرم الحرام ١٤٢٣ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت : 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون :
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان:
☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
..........1500 روپے
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
..........2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

# دہشت گردی کی نئی لہر

## معلمِ قرآن و عربی زبان' جناب عطاء الرحمٰن ثاقب کی المناک شہادت

وطنِ عزیز پاکستان ایک بار پھر دہشت گردی کے خوفناک سیلاب کی زد میں ہے۔ گزشتہ اتوار اسلام آباد کے حساس ترین علاقے میں واقع چرچ میں دن دیہاڑے مراسم عبادت کے لئے موجود افراد پر دن دیہاڑے دستی بموں سے حملے کے واقعہ نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا تھا جس میں متعدد قیمتی انسانی جانوں کا ضیاع ہوا اور بہت سے شدید زخمی ہوئے۔ ابھی اس خوفناک سانحے کے باعث ملک گیر سطح پر پھیلنے والے اضطراب و تشویش کی گرد بیٹھنے نہ پائی تھی کہ کل بروز منگل صبح سات بجے لاہور میں پیش آنے والے دہشت گردی کے ایک تازہ واقعے نے پورے ملک کو بالعموم اور مذہبی طبقے کو بالخصوص شدید طور پر مضطرب اور بے چین کر دیا ہے۔ تفصیل اس اجمالی کی یہ ہے کہ جناب عطاء الرحمٰن ثاقب صاحب کا جو اپنی انتھک محنت اور صلاحیت کے بل پر شہر لاہور میں عوامی سطح پر سہل انداز میں عربی زبان کی تعلیم و تدریس کی پہچان اور سلیس انداز میں قرآن فہمی کی مساعی کی علامت بن چکے تھے اور اب اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی تھے' لاہور کے قلب پرانی انارکلی کے قریب واقع درس گاہ میں عربی کلاس کی تدریس کے لئے پہنچے تو دروازہ پر موجود پہلے سے منتظر دو نامعلوم افراد نے ان پر فائر کھول دیا۔ محترم ثاقب صاحب کے ساتھ ساتھ اس وحشیانہ فائرنگ کی زد میں آ کر ان کی گاڑی کا ڈرائیور بھی مرتبۂ شہادت سے ہمکنار ہوا۔ بعد ازاں انہی سفاک دہشت گردوں کے ہاتھوں ایک اور قیمتی جان بھی ضائع ہوئی جن کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ شخص کسی امام بارگاہ کا متولی تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

واقعہ یہ ہے کہ جناب عطاء الرحمٰن ثاقب صاحب جیسے جواں ہمت و جواں سال خادم قرآن و عربی زبان کی شہادت ایک بہت بڑا قومی سانحہ ہے۔ جناب ثاقب شہید نے لاہور میں بطور معلم و مدرس عربی زبان اپنے کیریئر کا آغاز قریباً دس سال قبل محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے قائم کردہ قرآن کالج سے کیا تھا۔ یہ ان کی شخصی عظمت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ وہ برملا اس امر کا اعتراف کرتے تھے کہ عربی زبان کی تدریس کا یہ سہل اور آسان فہم انداز انہوں نے قرآن کالج ہی سے حاصل کیا تھا۔ بعد میں انہوں نے اسے ایک تحریک کی شکل دے کر اپنی اخروی کمائی میں بے پناہ اضافے کا موجب بنایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو شرف قبول عطا فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے (آمین)......اس بات کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ یہ سانحہ ملک و قوم کے خلاف کسی نہایت گہری سازش کا شاخسانہ ہو۔ قرآن حکیم اور اس کی زبان کی تدریس و ترویج میں ہمہ تن مصروف و منہمک ایک ایسے عالم دین کا قتل جو فرقہ وارانہ سرگرمیوں سے کوسوں دور ہو' خوف و ہراس اور بے چینی کی اس فضا کو کئی گنا زیادہ آلودہ اور دبیز کرنے کا موجب ہے جو پہلے ہی وطن عزیز کو شدید طور پر مکدر کئے ہوئے ہے۔ اس نوع کی دہشت گردی اس تاثر کو جنم دیتی ہے کہ پاکستان میں کوئی شخص محفوظ نہیں ہے' خواہ وہ کسی انتہا پسند تنظیم سے تعلق رکھتا ہو اور خواہ وہ کسی فاختہ کی طرح معصوم اور بے ضرر ہو۔ بہر حال حکومت اپنے تمام تر بلند بانگ دعوؤں کے باوجود دہشت گردی کی روک تھام اور امن عامہ کے قیام میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔

کار پردازان حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان مجرموں کا سراغ لگا کر انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں۔ حکومت وقت اور بالخصوص وزارت داخلہ کا موجودہ رویہ ہرگز قابل اطمینان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انہیں چاہئے کہ وہ دینی جماعتوں کو مطعون کرنے اور ان کے قائدین کو پابند سلاسل کرنے کی بجائے امن نافذ کرنے والے اداروں کی کارکردگی کو بہتر بنائیں اور اپنی نااہلی پر پردہ ڈالنے کی خاطر دینی طبقات کو الزام دینے سے گریز کریں۔ انہیں خوب معلوم ہے کہ یہاں مذہبی فرقہ واریت کی آڑ میں دہشت گردی کا کھیل دراصل عالمی اسلام دشمن طاقتیں کھیل رہی ہیں جن میں را اور موساد سرفہرست ہیں۔ ہمارے نزدیک اسلام آباد میں چرچ پر دہشت گردانہ حملے کے واقعے میں امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کے ملوث ہونے کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ جو پاکستان کے اندرونی معاملات میں امریکی مداخلت اور عمل دخل کو مزید موثر بنانے کے لئے کوشاں ہے۔ ان کی یہ خواہش بالکل عیاں ہے کہ ایف بی آئی کا عمل دخل پاکستان میں ہر ادارے اور ہر سطح پر ہو اور اس معاملے میں انہیں Free Hand دیا جائے۔ چنانچہ اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے دہشت گردی اور تخریب کاری کے ذریعے حالات کو موافق بنانا ایسی ایجنسیوں کا پرانا شعار ہے۔ (باقی صفحہ ۱۴ پر)

## جہاد اور دین کے تقاضوں سے پسپائی آدمی کو نفاق کی آخری حد تک پہنچا دیتی ہے

## جس طرح دیمک لکڑی کو کھا جاتی ہے' بعینہٖ نفاق بھی ایمان کو اندر سے زائل کر دیتا ہے

## ذکر اللہ پر دوام اور انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے مرضِ نفاق سے بچا جا سکتا ہے

# حقیقت نفاق: سورۂ منافقون کی روشنی میں

**مسجد دارالسلام باغ جناح میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے 15 مارچ 2002ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

آج ہمیں سورۃ المنافقون کا مطالعہ کرنا ہے' جس میں مرضِ نفاق کی وجوہات' مرض کی مختلف Stages' مرض سے بچنے کی احتیاطی تدابیر اور یہ کہ اگر کسی کو اس بیماری کی چھوت لگ ہی جائے تو اس کا علاج بیان کیا گیا ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ مدنی ہے' دو رکوعوں اور گیارہ آیات پر مشتمل ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کا آغاز بڑے منفرد انداز میں ہوتا ہے' ارشادِ ربانی ہے:

"اے نبی جب یہ منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں"۔ (آیت:۱)

اس آیہ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ منافقین کا یہ قول اپنی جگہ تو صحیح تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن درحقیقت اندر سے چونکہ ان کا ایمان زائل ہو چکا تھا۔ لہٰذا ان کا یہ دعویٰ ایمان سراسر جھوٹ پر مبنی تھا جس طرح دیمک لکڑی کو اندر ہی اندر کھاتی رہتی ہے' بالکل اسی طرح نفاق اندر سے ایمان کو زائل کر دیتا ہے' اور صرف نام کا اسلام باقی رہ جاتا ہے۔ اس لئے کہا گیا کہ یہ درحقیقت جھوٹ بول رہے ہیں۔ مرضِ نفاق کی پہلی Stage یہی جھوٹ ہے۔ اگلی آیہ مبارکہ میں اس مرض کی دوسری Stage بیان ہوئی ہے۔ فرمایا:

"انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے' اس طرح وہ اللہ کی راہ سے رک رہے ہیں اور بہت برا کام ہے جو یہ کر رہے ہیں"۔ (آیت:۲)

منافقین کسی حکم سے بچنے کے لئے پہلے جھوٹ کا سہارا لیتے تھے۔ جب انہیں محسوس ہوتا کہ جھوٹ بول کر وہ اپنا اعتبار کھو بیٹھے ہیں تو پھر وہ جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے تھے کہ خدا کی قسم' اے اللہ کے رسول میں تو جہاد کے لئے بالکل تیار تھا' میں نے اپنی اونٹنی بھی تیار کر رکھی تھی لیکن یہ مصیبت آن پڑی ہے' لہٰذا مجھے آپ اجازت دیجئے۔ حضور ﷺ کے مزاج میں انتہا درجے کی شرافت و مروت تھی' کسی جھوٹے کو یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے' اسے اجازت مرحمت فرما دیتے تھے یا اس کا عذر قبول فرما لیتے تھے۔ اس آیہ مبارکہ میں اللہ کی راہ سے رکنے کا جو ذکر آیا ہے' غور طلب بات یہ ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ منافقین نمازوں سے یا روزے سے نہیں رکتے تھے بلکہ وہ جہاد فی سبیل اللہ سے رکتے تھے کیونکہ اس میں مال کا خرچ بھی ہے اور جان کا خطرہ بھی ہے۔ اصل میں دین کا منشا تو یہ ہے۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

ایک مومن کا انداز یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ لگانے کو تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن منافق اس کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔ وہ جھوٹے بہانے بنا کر خود کو جہاد سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر جہاد کے لئے جانا پڑ جائے تو اس کی کوشش ہوگی کہ وہ پیچھے رہے تاکہ نقصان نہ ہو۔ یہ نفاق کی دوسری سٹیج ہے کہ جب آدمی اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے قسمیں کھانا شروع کر دیتا ہے۔ آگے فرمایا:

"یہ اس لئے ہے کہ وہ ایمان تو لائے تھے لیکن پھر انہوں نے کفر کیا' تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اور اب یہ کچھ نہیں سمجھتے"۔ (آیت:۳)

یہ آیت بتا رہی ہے کہ یہاں غیر شعوری نفاق کا ذکر ہے۔ یعنی یہ لوگ وہ نہیں ہیں جو ایمان لائے ہی نہیں تھے۔ بلکہ وہ ایمان تو لائے تھے لیکن جب ایمان کے عملی تقاضے سامنے آئے اور جہاد و قتال کے مراحل سے سابقہ پیش آیا تو ان کے قدم ڈگمگا گئے۔ اس لئے فرمایا کہ پہلے ایمان لائے تھے پھر کافر ہوئے۔ اب یہاں نوٹ کیجئے یہ کفر باطنی ہے' ظاہری نہیں ہے۔ اگر ظاہری کفر ہوتا تو مرتد ہو جاتے' پھر ان سے کوئی بحث ہی نہیں۔ یہاں دراصل باطنی کفر کا ذکر ہے۔ یہ مرض دیمک کی طرح اندر سے ایمان کی پونجی کو چٹ کر جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔ ان کے جھوٹ' بداعمالیوں اور جھوٹی قسموں کی وجہ سے دل میں ایمان کی جو بھی پونجی تھی وہ تو ختم ہو گئی' باہر صرف اسلام کی ایک تختی لگی رہ گئی۔ جبکہ ظاہری کفر تو یہ ہے کہ آدمی صاف اعلان کر دیتا ہے کہ میرا اسلام سے کوئی تعلق نہیں' میں جا رہا ہوں۔ لیکن باطنی کفر ڈبکیاں مارنے کے مثل ہے' یہ درجہ بدرجہ ہوتا ہے' جہاد اور دین کے تقاضوں سے آہستہ آہستہ پسپائی آخر کار آدمی کو نفاق کی آخری حد تک پہنچا دیتی ہے اور اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ یہ بدترین کافروں کی سزا ہے۔ یہی وہ سزا ہے جس کا ذکر ابوجہل اور ابولہب ایسے کافروں کے بارے میں سورۃ البقرہ میں آیا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾

یہی سزا ان منافقوں کو بھی مل رہی ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔ لیکن' فرق یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں مسلمان مانے جا رہے ہیں جبکہ ابوجہل کافر سمجھا جاتا تھا اور کافر مرا۔ آگے فرمایا:

"اے نبی جب آپ انہیں دیکھتے ہیں تو آپ کو ان کا تن و توش بہت اچھا لگتا ہے اور جب یہ لوگ بات کرتے ہیں تو آپ ان کی باتیں توجہ سے سنتے ہیں"۔

اکثر منافق بڑے صاحب حیثیت لوگ تھے۔ فربہ جسم' لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے۔ دیکھنے والا ان کے تن و توش اور لباس سے متاثر ہو جاتا۔ اسی طرح جب وہ باتیں کرتے تو بظاہر

دنیاوی Wisdom کے اعتبار سے ان کی باتیں بھی بڑی متاثر کن ہوتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اے نبیؐ یہ ایسی کھوکھلی اور سوکھی ہوئی لکڑیوں کی مانند ہیں جنہیں دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا کر دیا گیا ہو''۔

ایک ہوتا ہے ہرا بھرا درخت جو اپنے بل پر کھڑا ہے' اپنی جڑ پر قائم ہے۔ ایک کھوکھلا تنا ہو جسے ٹیک لگا کر کھڑا کر دیا گیا ہو۔ ہرے بھرے درخت کے مقابلے میں اس کھوکھلے تنے کی کوئی حیثیت نہیں۔ آگے ان کی دلی کیفیت کا بیان ہے۔

''(ان کے دل اتنے چھوٹے ہیں کہ) ہر پکار (چیخ) کو یہ اپنے خلاف سمجھتے ہیں''۔

یعنی جب بھی آواز لگائی جاتی ہے کہ اللہ کے دین کے لئے نکلو یا مال خرچ کرو۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دراصل ان کے آرام اور آسائش میں خلل ڈالنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ان کی جان پر بن جاتی ہے۔ فرمایا:

''یہی اصل دشمن ہیں' ان سے ہوشیار رہئے''۔

یعنی اب یہ مرض نفاق کی آخری Stage میں داخل ہو چکے ہیں۔ اب یہ اہل اسلام کے دشمن ہیں' اس لئے ان سے بچ کر رہئے۔ یہ آستین کے سانپ ہیں۔ جماعتوں اور تحریکوں کو برباد کر دینے والے ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ اندر رہیں گے لیکن خود بھی کام نہیں کریں گے اور دوسروں کے اندر بھی بددلی پیدا کریں گے۔ اس لئے آپ ان سے نمٹنے کی فکر کیجئے۔ آگے ان کی بدقسمتی کا ذکر ہے:

''اللہ انہیں ہلاک کرے' یہ کہاں سے لوٹائے جا رہے ہیں''۔

بقول شاعر ؎

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

یہی معاملہ ان منافقین کا ہے کہ انہیں حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کی سعادت حاصل ہوئی اور یوں سمجھئے کہ وہ جنت کے دروازے تک پہنچے لیکن یہ اس راستے سے پھر گئے اور مردود قرار پائے۔ آگے فرمایا:

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے' آؤ (اقرار کرو حضورؐ کی خدمت میں آ کر) کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول استغفار کریں گے تو وہ اپنے سروں کو جھٹک دیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ از راہ تکبر آنے سے رک جاتے ہیں''۔

وہ سمجھتے ہیں کہ ہم صاحب حیثیت ہیں' ہم اپنے گھرانے کے سردار ہیں' ہم کیسے اپنی بے عزتی قبول کرلیں کہ جائیں اور اپنی غلطی کا اعتراف کرلیں۔ اب ان کے بارے میں ایک بڑی سخت بات آئی کہ ان کا جرم اتنا بڑا ہے کہ نا قابل معافی ہے!

''(اے نبی ﷺ) چاہے آپ ان کے لئے استغفار کریں چاہے نہ کریں' بالکل برابر ہے' اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

یعنی یہ اللہ کی رحمت سے بھی مایوس اور اللہ کے رسول کی شفاعت سے بھی محروم ہیں۔ آگے جو بات آ رہی ہے اس کا پس منظر ایک واقعہ ہے۔ ہوا یوں کہ غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر ایک جگہ راستے میں مسلمانوں نے کہیں پڑاؤ کیا۔ وہاں ایک کنواں تھا جہاں سے پانی لینا تھا۔ وہاں کسی انصاری کے ملازم اور حضرت عمرؓ کے ملازم کے مابین جو مہاجرین میں سے تھا' آپس میں تکرار ہو گئی۔ تکرار نے طول کھینچا اور قریب تھا کہ مہاجرین اور انصار باہم دست و گریبان ہو جاتے۔ اس موقع پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے اپنے چیلوں کو جمع کیا اور کہا ''اے مدینے والو! تم نے انہیں کھلا پلا کر موٹا کیا۔ یہ لٹے پٹے آئے تھے' ان کا کہیں ٹھکانہ نہ تھا' تم نے انہیں پناہ دی اور آج یہ تم پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔'' اور اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ ''ہماری مثال تو وہ ہے کہ اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا کرو' ایک دن تم ہی کو کاٹے گا''۔ اور کہا ''خدا کی قسم اگر اب ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو جو عزت والے ہیں وہ ذلیلوں کو مدینے سے نکال باہر کریں گے''۔ اس واقعہ کا تذکرہ ایک نوجوان مہاجر نے جو وہاں موجود تھا' آ کر حضور ﷺ کے سامنے کر دیا۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو طلب کیا اور پوچھا کہ کیا تم نے یہ باتیں کی ہیں۔ وہ جھوٹی قسم کھا گیا کہ خدا کی قسم میں نے نہیں کہا۔ یہ غلط بیانی کرتا ہے' آپ اس چھوکرے کی بات پر اعتبار کر رہے ہیں' جبکہ میں مدینے کا سردار ہوں آپؐ کو میری بات کا یقین کرنا چاہئے۔ لیکن اس کے بعد اللہ نے یہ دو آیتیں نازل کر دیں تو اس نوجوان کی بات کی توثیق ہو گئی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس لڑکے کے کانوں نے سچ سنا تھا۔ بہرحال اس واقعے کے حوالے سے آگے فرمایا گیا:

''یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں پر خرچ مت کرو' یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں۔ حالانکہ (حقیقت یہ ہے) آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں لیکن ان منافقوں کو سمجھ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ گئے تو جو ہم میں عزت والے ہیں وہ ان ذلیلوں کو نکال باہر کر دیں گے۔ جبکہ اصل عزت تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کی ہے' لیکن منافقین کو علم حاصل نہیں ہے''۔

یہ طرزِ عمل دراصل اسی دشمنی کا شاخسانہ ہے جو مرض نفاق کی آخری سٹیج پر اہل ایمان سے منافقین کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ یہاں اس سورۂ مبارکہ کا پہلا رکوع مکمل ہوا۔ ان آٹھ آیات میں مرض نفاق کی وجوہات' مرض کی علامات اور نفاق کے تین مراحل کا ذکر ہوا۔ یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ یہ ایک انتہائی خطرناک مرض ہے۔ اب دیکھئے اگلا رکوع تین آیات کا ہے۔ یہاں درحقیقت اس مرض کا علاج اور اس سے بچنے کی احتیاطی تدابیر کا ذکر ہے:

''اے اہل ایمان' تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو کوئی یہ کرے گا وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں''۔

یعنی مال اور اولاد کی محبت دل میں اتنی اتر گئی کہ اللہ کے احکام بھلا بیٹھے تو یہ خسارے کا سودا ہے۔ اگر اس کاروبار اور اولاد نے اللہ کی یاد سے غافل کر دیا تو یہ نفاق کی شکل بن جاتی ہے اور یہ تدریجاً ہوتا ہے' ایک دن میں نہیں ہوتا۔ اگر آپ نے مال و اولاد کی محبت کو اللہ کی محبت پر غالب آنے دیا تو یہ نفاق کی جانب پہلا قدم ہے۔ گویا کہ خود کو اپنے ہاتھوں فتنے میں ڈالا۔ یہ بنیاد اور جڑ ہے' یہی اصل روگ اور بیماری ہے۔ جب یہ بیماری لگ جائے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ یہی کہ جب دین کے کسی تقاضے کے لئے پکار آ رہی ہے تو اب پریشانی ہے کہ جاؤں یا نہ جاؤں۔ ہاں' اس موقع پر اگر اللہ کی' اس کے رسول کی محبت اور اللہ کے راہ میں جہاد کی محبت غالب ہے تو پریشانی نہیں ہوگی۔ بقول شاعر ؎

واپس نہیں پھیرا کوئی فرمان جنوں کا
تنہا نہیں لوٹی کبھی آواز جرس کی
خیریتِ جاں' راحتِ تن' صحتِ داماں
سب بھول گئیں مصلحتیں اہل ہوس کی

لیکن اگر دل میں مال و اولاد کی محبت غالب آ گئی ہے اور کیفیت یہ ہے کہ اب جاؤں یا نہ جاؤں' قدم بڑھاؤں نہ بڑھاؤں' گویا ''ایمان مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر'' والا معاملہ ہے۔ جب دل میں یہ تربص پیدا ہوتا ہے تو سمجھیں اس بیماری کی چھوت لگ چکی ہے۔ ان آیات میں یہ بات آئی کہ اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ ذکر اللہ کسے کہتے ہیں؟ ایک ہے ذکرِ ظاہری' سبحان اللہ الحمد للہ کی تسبیح کرنا یا نماز میں سورۃ الفاتحہ یا قرآن کا پڑھنا یہ ذکرِ ظاہری ہے۔ ذکر اصل میں یہ ہے کہ جب آپ سبحان اللہ کہہ رہے ہیں۔ یا ''الحمد للہ'' کہیں تو یہ قلب کی گہرائی سے نکلے۔ اسی کو حدیث میں کہا گیا ہے کہ قلب کی گہرائی سے اگر تسبیح کہی جائے تو یہ میزان معرفتِ رب کو آدھا پُر کر دیتی ہے جبکہ ''الحمد للہ'' سے اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اصل میں ذکر کہتے ہیں ''استحضار اللہ فی القلب'' یعنی دل میں اللہ کو مستحضر کر لینا کہ دل میں اللہ آ جائے۔ باقی یہ سب ذکر کے ذرائع ہیں۔ بہرحال ذکر اللہ پر دوام سے اس بیماری سے بچا جا سکتا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

# ریاست پاکستان کی ناکامی کا ذمہ دار کون؟

**مرزا ایوب بیگ**

**(تیسری قسط)**

اسے حسن اتفاق سے تعبیر کیا جائے یا قبیح اتفاق سے کہ جس دن ''ندائے خلافت'' میں ''ریاست پاکستان کی ناکامی کے ذمہ دار کون؟'' کے عنوان سے عدلیہ کی انتہائی ناقص اور غیر معیاری کارکردگی شائع ہوئی اسی روز روزنامہ ''جنگ'' میں ملک کے نامور صحافی اور دانشور محترم ارشاد احمد حقانی کا عدلیہ کے کردار پر مضمون شائع ہوا۔ انہوں نے بھی انہی تاریخی واقعات کا ذکر کیا جو پاکستان کی عدلیہ پر سیاہ دھبہ ہیں۔ البتہ مولوی تمیز الدین کیس میں انصاف کا جس طرح خون کیا گیا تھا اور اس میں گورنر جنرل غلام محمد اور جسٹس منیر نے جو طریقہ واردات اختیار کیا تھا' محترم ارشاد احمد حقانی نے اسے ''شہاب نامہ'' سے نقل کیا ہے جو قارئین ''ندائے خلافت'' کے لئے بھی دلچسپی کا باعث ہو گا۔ قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں کہ ''جب مولوی تمیز الدین کیس جسٹس منیر کی عدالت میں زیر سماعت تھا تو میرے ایک ماتحت افسر نے میرے سامنے اعتراف کیا کہ وہ گورنر جنرل کا خفیہ پیغام جسٹس منیر تک پہنچاتا ہے اور یہ پیغام رسانی کوڈ ورڈز میں کی جاتی ہے''۔ یہ انکشاف بھی کس قدر افسوس ناک ہے کہ مولوی تمیز الدین کیس کے بدنام زمانہ فیصلہ کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جسٹس منیر اور گورنر جنرل غلام محمد ایک ہی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہو کر اور انصاف کی کرسی پر براجمان ہو کر ایسی پست ذہنیت کا مظاہرہ کرنا انتہائی افسوسناک ہے۔ یہ کہنا ہرگز ہرگز غلط نہ ہو گا کہ اس جانبدارانہ فیصلہ نے پاکستان میں جمہوری نظام کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ جسٹس منیر کا یہ کہنا کہ قانون جج کے ہاتھ میں چھڑی ہوتا ہے' وہ اسے جس طرح چاہے گھمائے نظام عدل کی توہین ہے۔ راقم کی رائے میں توہین عدالت میں تو رعایت برت لینی چاہئے لیکن قانون اور عدل و انصاف کی توہین پر سزا لازم ہونی چاہئے۔ قصہ مختصر اگر پاکستان کی پچپن سالہ تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ہماری عدلیہ اگر بحیثیت مجموعی قوت کے سامنے ڈٹ جاتی اور عدل و انصاف کا راستہ چھوڑنے سے انکار کر دیتی تو آج کا پاکستان بالکل مختلف ہوتا اور عدلیہ کا ادارہ عوام کی نظر میں قابل احترام و عزت ٹھہرتا اور ہائی کورٹس کی عمارتوں پر نقش تراز و محض رسمی یا دکھاوے کی شے نہ سمجھی جاتی!

آج کی جمہوری دنیا میں عوام کو طاقت کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے اور یہ تاثر عام ہے کہ عوام کا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔ اگرچہ ایسے نعرے غیر اسلامی' غیر شرعی اور مشرکانہ ہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج کے دور میں عوام کو نظر انداز کرنا قریباً ناممکن ہے۔ البتہ اس معاملہ میں بھی پاکستان کا باوا آدم نرالا ہے۔ سچ یہ ہے کہ پاکستان جمہوری ملک ہونے کا دعوے دار بھی ہے لیکن قیام پاکستان سے اب تک قریباً نصف عرصہ فوج حکمران رہی۔ پاکستان اس وقت چوتھی فوجی حکومت بھگتا رہا ہے۔ یہاں فوج ہی طاقت کا سرچشمہ ہے اور اسے مقدس گائے کی حیثیت حاصل ہے۔ فوج کو تنقید سے بچانے کے لئے خصوصی قوانین موجود ہیں۔ فوجی حکمرانوں نے طویل عرصہ تک حکومتیں کی ہیں۔ جنرل ایوب خان نے دس سال پانچ ماہ تک مطلق العنان حکمران کی حیثیت سے پاکستان پر حکومت کی اور ایک زبردست تحریک کے نتیجہ میں اقتدار چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ جنرل ضیاء الحق پاکستان کی تاریخ کے اب تک طویل ترین عرصہ تک حکمران رہے۔ انہوں نے گیارہ سال ایک ماہ اور بارہ دن تک حکومت کی حتیٰ کہ ایک فضائی حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔ جنرل یحییٰ خان نے پونے تین سال تک فرماں روائی کی اور اس وقت تک حکومت نہ چھوڑی جب تک پاکستان دولخت نہ ہو گیا۔ پاکستان ٹوٹنے پر عوام کے تیور دیکھ کر فوج نے اقتدار سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا۔ موجودہ فوجی حکمران جنرل مشرف ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو عوامی حکومت کا تختہ الٹ کر حکمران بنے۔ ان کے بھی لمبے منصوبے ہیں لیکن آنے والے کل کی بابت اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ موجودہ حکمرانوں کو کتنی مہلت عطا کرتا ہے۔

بہرحال پاکستان کی پچپن سالہ تاریخ میں براہِ راست فوجی حکمرانی کو ستائیس سال ہونے کو ہیں لہٰذا آج ملک جس حالت میں پہنچا ہے' فوج کو اس سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ آیئے اب ذرا تفصیل سے فوجی حکمرانوں کی کارکردگی کا جائزہ لیں اور یہ بھی دیکھیں کہ سول حکومتوں کو ناکامی سے دوچار کرنے کے لئے فوج کیا ہتھکنڈے استعمال کرتی رہی ہے۔

پاک فوج کے بارے میں ایک بات طے شدہ ہے کہ اس کا اندرونی نظم بڑا مضبوط رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سول حکومت کے خلاف فوج کے صرف وہ انقلاب (Coup) کامیاب ہوئے جو فوج کے سربراہ کی قیادت میں کئے گئے اور یہ تمام کو (Coup) مکمل طور پر پرامن اور خون خرابہ سے محفوظ رہے جن میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت بھی نہ ہوئی۔ اگرچہ نچلی سطح پر بھی ''کو'' کرنے کی کوششیں ہوئیں لیکن اللہ کا شکر ہے کہ یہ سب کی سب بری طرح ناکام رہیں۔ پاکستان میں سول حکومت کا تختہ الٹنے کی پہلی فوجی کوشش لیاقت علی خان کے دور میں ہوئی جو ابتدائی سطح پر ہی ناکام بنا دی گئی۔ اس وقت ایوب خان فوج کے سربراہ تھے اور یہ بغاوت کمیونسٹ سوچ رکھنے والے بعض نچلی سطح کے فوجی افسروں نے پلان کی جو ناکام بنا دی گئی۔ البتہ خود ایوب خان ایک عرصہ سے ''کو'' پلان کر رہے تھے۔ شاید اسی مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سکندر مرزا کو فوج سے سول کی طرف منتقل کر دیا گیا تھا۔ سکندر مرزا نے وزیراعظم ناظم الدین کی مرضی اور اجازت کے بغیر پنجاب میں مارشل لاء لگا دیا۔ انہوں نے یہ قدم سیکرٹری داخلہ کی حیثیت سے اٹھایا اور وزیراعظم کو محض اطلاع دے دی کہ چونکہ مرزائیوں کے خلاف ایجی ٹیشن سے حالات انتہائی سنگین ہو گئے تھے لہٰذا پنجاب میں فوج بلانی ناگزیر ہو گئی تھی۔ ایوب خان کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر ایک موقعہ پر حکومت وقت نے یہ حماقت بھی کی کہ انہیں خوش کرنے کے لئے وزیر دفاع کی حیثیت سے حکومت میں شامل کر لیا۔ سیاست دانوں کی قلابازیاں اور باہم دست و گریبان رہنے سے ایوب خان کے دل میں اقتدار کی خواہش مچلنے لگی اور وہ بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف پیش قدمی کرتے رہے۔ انہوں نے سیاست دانوں سے میل ملاپ بھی رکھا ہوا تھا اور ہر حکومت کے اندرونی حالات سے باخبر رہتے۔ ادھر امریکہ سوویت یونین کی بڑھتی ہوئی قوت سے خوف زدہ تھا۔ افغانستان پر سوویت یونین مکمل کنٹرول رکھتا تھا اور بھارت کے ساتھ اس کے بڑے گہرے مراسم تھے لہٰذا امریکہ سمجھتا تھا کہ سوویت یونین کے عزائم میں صرف پاکستان رکاوٹ بن سکتا ہے۔ لیکن یہاں حکومتوں کی آمد و رفت اور سیاست دانوں کا غیر ذمہ دارانہ رویہ ناقابل اصلاح سمجھتے ہوئے امریکہ نے بھی ایوب خان کی پشت پر تھپکی دے دی اور ایوب خان نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ ایوب خان نے اقتدار کی ہوس میں ایسا قدم اٹھایا جس سے ملک نہ صرف جمہوریت کی پٹڑی سے اتر گیا بلکہ قوت سے اقتدار پر قبضہ کرنے کی روایت بھی پڑ گئی۔ مزید براں فوج کی پیشہ وارانہ صلاحیت بری طرح متاثر ہوئی۔ ایوب

خان نے باقاعدہ پلان کے تحت پہلے سکندر مرزا کو استعمال کیا اور پھر جلد ہی اس سے بھی چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اگرچہ ایوب خان کے دور میں صنعتی ترقی ہوئی لیکن بحیثیت مجموعی ملک کو بہت نقصان ہوا۔ پاکستان جس کے بارے میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام اس کا باپ اور جمہوریت اس کی ماں ہے' اسلامی نظام نافذ نہ ہونے کی وجہ سے شفقت پدری سے تو پہلے ہی محروم تھا اور اب جمہوریت ختم ہونے سے ماں کی ممتا سے بھی محروم ہو گیا۔ شعیب جیسے سی آئی اے کے ایجنٹ کو وزیر خزانہ بنایا گیا اور قرضوں کی بھر مار سے ملکی معیشت خود انحصاری کی بجائے غیروں کی محتاج بنا دی گئی۔ اس سے ملکی حالات میں غیر ملکی دباؤ کا آغاز ہوا جس میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ آخر کار کھلم کھلا غیر ملکی مداخلت شروع ہو گئی۔ علاوہ ازیں مضبوط مرکز کی آڑ میں اپنی ذات میں تمام اختیارات مرتکز کر لئے گئے جس سے دوسرے صوبوں خصوصاً مشرقی پاکستان میں زبردست احساس محرومی پیدا ہو گیا۔ کنٹرولڈ جمہوریت کا تصور دیا گیا جس سے حکمرانوں کا عوام سے گراس روٹ لیول پر رابطہ ختم ہو گیا۔ کنٹرولڈ جمہوریت سے بھی ذاتی اقتدار کو طول دینا مشکل ہوا تو محترمہ فاطمہ جناح کے خلاف صدارتی انتخابات میں دھاندلی کی۔ مسلسل اقتدار میں رہنے سے فوج میں کرپشن پھیل گئی جس سے فوج کا امیج بری طرح تباہ ہوا۔ نہری پانی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے اپنے تین دریا بھارت کو فروخت کر دینا ایوب خان کے بدترین جرائم میں سے ایک تھا۔ ایوب خان نے اپنی کتاب ''فرینڈز ناٹ ماسٹرز'' میں بڑے فخر سے لکھا ہے کہ بھارت کے ساتھ نہری پانی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے ایک جنگ اسے اپنے ملک کے انجینئروں سے بھی لڑنی پڑی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تکنیکی ماہرین بھارت کے ساتھ پانی کا مسئلہ اس صورت میں حل کرنے کے مخالف تھے۔

۱۹۶۲ء میں جب ہند چین جنگ جاری تھی' صدر ایوب نے کشمیر حاصل کرنے کا سنہری موقع کھو دیا۔ جمہوری نظام کی غیر موجودگی اور عوام سے رابطہ منقطع ہونے کی وجہ سے ملک میں سیاسی حبس کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اختیارات میں مرکزیت کی وجہ سے لوگ اپنے مسائل کے حل کے لئے دور دراز علاقوں میں جانے پر مجبور ہوتے جس سے عوام میں حکومت کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو گئی جو بالآخر ایک لاوا کی صورت میں پھٹ پڑی۔ یوں ایوب خان اگرچہ اقتدار سے دستبردار ہو گئے لیکن ہڑتالوں اور ہنگاموں سے ملکی معیشت کو شدید نقصان پہنچا۔ فوجی حکومت کا پاور بیس (Power Base) چونکہ فوج تھی اس لئے ایوب خان نے اپنے اقتدار کو استحکام بلکہ اسے دوام بخشنے کے لئے فوجی جرنیلوں کو ناجائز مراعات سے نوازا جس سے فوج کو اقتدار کی چاٹ پڑ گئی۔ لہٰذا جب ایوب خان کے اقتدار کا سنگھاسن ڈولنے لگا تو جرنیلوں کے ٹولے نے یحییٰ خان کی قیادت میں اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایوب خان نے جان بوجھ کر اور اپنی رضامندی سے یحییٰ خان کو اقتدار منتقل کر دیا تھا حالانکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ جرنیلوں نے اس خطرے کے تحت کہ کہیں ایوب خان اپنے آئین کے تحت قومی اسمبلی کے سپیکر کو اقتدار منتقل نہ کر دیں' ان سے گن پوائنٹ پر اقتدار حاصل کیا۔

عوامی تحریک کا زور توڑنے کے لئے اعلان کیا گیا کہ یہ مارشل لاء صرف انتخابات کرانے کے لئے لگایا گیا ہے۔ اس سے ہنگامے ختم ہو گئے لیکن فوجی ٹولے نے ایسے اقدام کرنے شروع کر دیئے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ یحییٰ خان انتخابات بھی کروانا چاہتے ہیں اور اقتدار کی لیلیٰ سے جدا بھی نہیں ہونا چاہتے۔ اس وقت بھٹو مغربی پاکستان اور مجیب الرحمٰن مشرقی پاکستان میں مقبول تھے۔ یحییٰ خان نے ان دونوں سے سودے بازی شروع کر دی۔ وہ ان دونوں سیاسی لیڈروں کو باہم لڑانا بھی چاہتے تھے تاکہ مستقبل کی حکومت میں خود ان کو کوئی اہم مقام مل سکے۔ یحییٰ خان نے ایک حماقت یہ کی کہ انتخابات سے قبل ہی ملکی نظام کے بارے میں اہم فیصلے صرف جرنیلوں کے مشورے سے کر ڈالے۔ ایک L.F.O یعنی لیگل فریم ورک آرڈر جاری کر دیا گیا اور ہر جماعت کو حکم ہوا کہ وہ اس آرڈر کے تحت انتخابات میں حصہ لے گی۔ انتخابات کے نتیجہ میں جب بھٹو مغربی پاکستان میں اور مجیب الرحمٰن مشرقی پاکستان میں قوت بن کر ابھرے تو یحییٰ خان نے سودے بازی کا عمل پھر شروع کر دیا۔ ایل ایف او کے ذریعے اسمبلی کے سر پر ۱۲۰ دن کی تلوار لٹکا دی گئی تھی کہ اسے اس مقررہ مدت میں آئین تشکیل دینا ہو گا ورنہ اسمبلی کا وجود ختم ہو جائے گا۔ فوجی ٹولہ اس شق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اقتدار کو طول دینے کی پلاننگ کر رہا تھا۔ اس پر بھٹو نے مطالبہ کیا کہ یا تو اسمبلی سے باہر آئین سازی کی بنیادی باتیں طے کر لی جائیں یا اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے یا اسمبلی کے سر سے ۱۲۰ دن کی تلوار اٹھا لی جائے۔ فوجی ٹولہ اس تلوار سے اسمبلی کا سر علیحدہ کرنا چاہتا تھا تاکہ اس کے اقتدار کو طول ملتا رہے۔ بھٹو کا یہ مطالبہ جان بوجھ کر تسلیم نہ کیا گیا۔ چنانچہ بھٹو نے اسمبلی کا بائیکاٹ کر دیا۔ یحییٰ خان نے ایک چال اور چلی۔ بھٹو کے بائیکاٹ کو عذر بنا کر اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا جس پر عوامی لیگ نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ اس کے نتیجے میں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عوامی لیگ پر پابندی لگا دی گئی جس سے مشرقی پاکستان میں وہ ہنگامے شروع ہوئے جو ملک کے دولخت ہونے تک جاری رہے۔ ۱۹۴۷ء میں قائم ہونے والا پاکستان ۱۹۷۱ء میں ختم کر دیا گیا اور مغربی پاکستان کے بارے میں what remains of Pakistan کہا جانے لگا۔

ایوب خان اور یحییٰ خان دونوں فوجی حکمران تھے۔ دونوں کی حکومتیں وقت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متصل تھیں۔ پہلی فوجی حکومت نے پاکستان کے دولخت ہونے کے لئے جواز فراہم کیا جبکہ دوسری فوجی حکومت نے پاکستان کو عملاً دولخت کر دیا۔ ۱۹۷۱ء میں سیاسی اور عسکری قیادت فوج کے پاس تھی لہٰذا اس شکست کی اور پاکستان کے دولخت ہونے کی اصل ذمہ دار فوج تھی۔ نئے پاکستان میں فوج نے کچھ عرصہ خاموشی اختیار کی لیکن جب عوام اس سانحہ کو بھولنے لگے تو اس نے پھر اقتدار کی طرف سرکنا شروع کیا۔ اس کی تفصیل اور اس سے ملک کو پہنچنے والے نقصان پر گفتگو ان شاء اللہ آئندہ ہو گی۔ (جاری ہے)

## ایک قابل تقلید مثال

صادق آباد' ضلع رحیم یار خان نسبتاً ایک پسماندہ اور چھوٹا سا قصبہ ہے۔ مگر آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ وہاں کی تنظیم میں گزشتہ لگ بھگ ایک ماہ میں ندائے خلافت کی کھپت میں تقریباً ۱۰۰ فیصد اضافہ ہوا ہے اور اس وقت انہیں ۴۰ کی تعداد میں ہر ہفتے ندائے خلافت بھیجا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ وہاں ندائے خلافت کے متعارف کرانے میں ڈاکٹر طاہر ابرار اور ان کی بیگم کی محنت کا خاص حصہ ہے۔

ندائے خلافت کے قارئین کو بخوبی اندازہ ہو گا کہ آج کے ''رنگا رنگ'' دور میں ایک خالص تحریکی پرچہ نکالنا کیا معنی رکھتا ہے اور اسے لوگوں میں متعارف کرانا کس قدر دقت طلب مسئلہ ہے لیکن مذکورہ بالا مثال سے آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ مسلسل کوشش کی جائے تو کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ ندائے خلافت زبردستی لوگوں پر ٹھونسا جائے' مگر یہ بھی نہیں چاہتے کہ ہماری بات لوگوں تک اس وجہ سے پہنچنے سے رہ جائے کہ ہم اس کے لئے محنت نہیں کر سکے۔ چنانچہ ندائے خلافت کے قارئین سے ہماری پرزور گزارش ہے کہ وہ اسے اپنے حلقہ احباب میں متعارف کرانے کی بھرپور کوشش کریں۔ ہم آئندہ بھی اس طرح کی کوشش کو اجاگر کرنے اور اس کی تحسین کا اہتمام کرتے رہیں گے۔ (ادارہ)

# سقوط کابل: تصویر کا روشن رخ

قرآن کالج لاہور کے سابق ناظم اور پرنسپل جناب لطف الرحمٰن خان صاحب نے گزشتہ دنوں درس قرآن کی ایک محفل میں قرآن کالج کے طلبہ سے ایمان افروز خطاب فرمایا جو ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

لطف الرحمٰن خان

یہ سورۂ آل عمران کی آیات ۲۶ اور ۲۷ ہیں۔ ان کا ترجمہ اس طرح ہے:

"آپؐ کہئے! اے ملک کے مالک! تو ملک دیتا ہے اس کو جسے تو چاہتا ہے۔ اور تو ملک چھین لیتا ہے اس سے جس سے تو چاہتا ہے۔ اور تو عزت دیتا ہے اس کو جسے تو چاہتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں کُل خیر ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور تو داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ اور تو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور تو نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے۔ اور تو رزق دیتا ہے اس کو جسے تو چاہتا ہے کسی حساب کے بغیر۔"

ان آیات میں بیدک الخیر (یعنی تیرے ہاتھ میں کُل خیر ہے) کے الفاظ توجہ طلب ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جس کو ملک دیا اس کے لئے اس میں خیر ہے اور اللہ نے جس سے ملک چھینا اس کے لئے اسی میں خیر ہے۔ ہم اپنی محدود بصیرت کی وجہ سے کسی چیز کو

**جنگ افغانستان' جنگ موتہ کی کاربن کاپی ہے**

اچھا یا برا سمجھتے ہیں' لیکن اللہ کے علم اور حکمت میں ہمارے لئے جو کچھ ہے اس میں ہی ہمارے لئے خیر ہوتی ہے۔ اگر یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ جس کو ذلت ملی اس کے لئے اس میں کیا خیر ہے' تو اس حقیقت پر غور کرو جس کا تم صبح و شام مشاہدہ کرتے ہو کہ اللہ کیسے دن کو رات میں اور رات کو دن میں تبدیل کرتا ہے اور اسی تبدیلی میں ہمارے لئے خیر ہے۔ اگر اللہ ہمیشہ کے لئے دن کر دے تو کون ہمیں رات لا کر دے گا جس میں ہم سکون حاصل کرتے ہیں۔ (القصص:۷۲)

طالبان کو اللہ نے ملک دیا تھا' اس وقت ان کے لئے اس میں خیر تھی۔ اب ان سے ملک چھین لیا ہے' اب ان کے لئے اس میں ہی خیر ہے۔ اس حقیقت کو دل سے تسلیم کرنا ہمارے ایمان کی کسوٹی ہے۔ ہم لوگ کیا کر رہے ہیں؟ زبانی کلامی تو تسلیم کرتے ہیں لیکن دل یقین سے خالی ہے' منہ لٹکا ہوا ہے۔ یہ طرزِ عمل غلط ہے۔ اس میں کیا غلطی ہے' اسے قرآن مجید کے ایک دوسرے مقام سے سمجھ لیں۔

یہ سورۃ النساء کی آیت ۶۵ ہے۔ اس میں خطاب رسول اکرم ﷺ سے ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

"پس نہیں' آپؐ کے رب کی قسم ہے' یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ یہ لوگ آپؐ کو حَکَم تسلیم کریں اس میں جس میں یہ آپس میں جھگڑے ہیں۔ پھر یہ لوگ نہ پائیں گے اپنے دلوں میں کوئی تنگی' اس میں جو آپؐ نے فیصلہ کیا اور تسلیم کریں گے جیسے کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔"

اللہ کا فیصلہ مان بھی لیا لیکن دل میں تنگی رہی تو ہمارا ایمان کامل نہیں ہے۔ اس کے بعد اگر ہم اللہ کے فیصلے پر دل میں تنگی محسوس کریں تو ایمان کہاں رہا؟ اب غور کریں کہ افغانستان میں اللہ نے جو فیصلہ کیا ہے' اسے ہم زبان سے مانیں لیکن منہ لٹکا ہوا ہو تو پھر ہمیں اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے اعمال اکارت ہو جائیں اور ہمیں پتہ بھی نہ چلے۔

اللہ کے فیصلے پر دل میں تنگی محسوس کرنا کس بات کی علامت ہے؟ یہ اس بات کی علامت ہے کہ افغانستان میں جنگ شروع ہوتے وقت دل میں بڑی امنگیں تھیں۔ ہم یہ کر دیں گے' وہ کر دیں گے اور یہ ہو جائے گا' وہ ہو جائے گا۔ لیکن ہم نہ یہ کر سکے اور نہ یہ ہوا نہ وہ ہوا کیونکہ اللہ کا فیصلہ کچھ اور تھا۔ اب منہ لٹکانا اس بات کی علامت ہے کہ ہمیں اللہ کے فیصلے کے مقابلے میں اپنی امنگیں اور خواہشات زیادہ محبوب ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ کے فیصلے کو مانیں اور دل کھول کر مانیں۔

ہماری حسرتیں کیوں پوری نہیں ہوئیں؟ اللہ کی مدد کیوں نہ آئی؟ اس بات کو بھی سمجھ لیں۔ جنگ بدر پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے کہا کہ "کافروں کو تم

**طالبان نے محض اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے جہاد بالسیف کی تجدید کی**

نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا" اور رسول اللہ ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا کہ "آپؐ نے کنکری پھینکی تو آپؐ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔" اس میں مسلمانوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جنگ بدر میں اللہ نے جو کامیابی دی ہے' اس سے تم زعم میں مبتلا مت ہو جانا کہ ہم یہ اور ہم وہ' بلکہ فاعل حقیقی کو ہمیشہ دل و دماغ میں مستحضر رکھنا اور یاد رکھنا کہ اللہ نے کامیابی دی ہے تو تم کامیاب ہوئے ہو۔ اگر اس کا فیصلہ نہ ہوتا تو تم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ کی فوج کے سپاہیوں میں سے کچھ لوگوں کے دلوں میں اس حقیقت پر ایمان شاید اللہ کے مطلوبہ معیار سے کم تھا' تو اللہ نے جنگ احد میں اس کا عملی مظاہرہ کر کے دکھا دیا تا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے دلوں میں یہ حقیقت جاگزیں ہو جائے۔ فتح مکہ کے بعد کافی نومسلم مجاہدین میں شامل ہوئے اور جنگ حنین میں انہیں اپنی کثرت پر ناز ہو گیا' تو زمین ان پر تنگ کر دی گئی (التوبہ: ۲۵) تا کہ مجاہدین کی تربیت ہو جائے اور ان کی تطہیر ہو جائے اور مطلوبہ معیار سے کم تر درجہ کا کوئی خیال' کوئی جذبہ ان کے دل و دماغ میں پرورش نہ پائے۔

اسی سے ملتی جلتی صورتحال افغانستان میں تھی۔ اللہ نے طالبان کو کامیابیوں پر کامیابیاں عطا کی تھیں اور اب وقت آ گیا تھا کہ ان کی تربیت اور تطہیر کا انتظام کیا جائے۔ یہ معمولی مجاہد نہیں ہیں کہ ان کا کم تر درجے کا ایمان قبول کر لیا جاتا۔ یہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰؑ کی فوج کا ہراول دستہ ہیں۔ ان کی مثال کو سامنے رکھ کر اور ان کے نقش قدم پر چلتے

**ہمارا ایمان صرف زبانی قول و قرار تک محدود ہے جبکہ دل یقین سے خالی ہیں**

ہوئے آنے والی نسلوں نے امام مہدی اور حضرت عیسیٰؑ کی فوج میں شامل ہونا ہے' اس لئے ان کی تربیت اور تطہیر بہت ضروری تھی۔ سقوط کابل کی حقیقی برکت تو یہی ہے' لیکن صرف یہی نہیں ہے۔ اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو متعدد مزید پہلو سامنے آتے ہیں۔

جنگ موتہ کو یاد کریں۔ یہ جنگ کس کے خلاف تھی؟ سلطنت روما کے خلاف تھی' جو اس وقت کی سپر پاور تھی۔ اس کی فوج کی قیادت کون کر رہا تھا؟ قیصر روم کر رہا تھا' جو اس وقت کا صدر بش تھا۔ طاقت کا توازن کیا تھا؟ رومی فوج دو لاکھ تھی اور مجاہدین تین ہزار تھے۔ جب فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو مسلمانوں کے کیمپ میں مجلس مشاورت منعقد ہوئی تھی اور مشورہ یہی دیا گیا تھا کہ کوئی نسبت و تناسب نہیں' لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے' اس لئے واپس چلو۔ لیکن جو لوگ اللہ کی راہ میں نکلے تھے' انہوں نے پوچھا کہ یہاں کیا

لینے آئے تھے! اگر شہادت لینے آئے تھے تو وہ شہادت سامنے ہے' پیچھے نہیں۔ فیصلہ یہ ہوا کہ اگر شکست ہی کھانی ہے تو لڑ کر ہار دیں گے' پیٹھ نہیں دکھائیں گے تاکہ ہار کر بھی بازی مات نہ ہو۔ چنانچہ جنگ ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کے نامزد کردہ تینوں سپہ سالار شہید ہوئے۔ پھر خالدؓ بن ولید نے کمان سنبھالی اور اپنی جنگی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی افرادی قوت کو بچا کر واپس لے آئے۔

اب جنگ موتہ کے نتیجہ کو سمجھ لیں۔ اگر مجاہدین لڑے بغیر واپس آ جاتے تو پھر اثرات اور نتائج کچھ اور ہوتے' تاریخ کچھ اور ہوتی۔ مسلمان لڑ کر پسپا ہوئے تھے' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا حوصلہ بلند ہوا کہ تین ہزار افراد دو لاکھ سے ٹکر لے کر بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔ اس کے اثرات آس پاس کے قبائل پر مرتب ہوئے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ کوئی طاقت ہے جو ابھرنے والی ہے۔ ان اثرات نے وہ بیج بوئے جن کا پھل یہ تھا کہ سلطنت روما صفحۂ ہستی سے مٹ گئی اور آج غیر مسلم مورخین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جنگ موتہ سلطنت روما کے زوال کا پیش خیمہ تھی۔

آج کی جنگ افغانستان' جنگ موتہ کی کاربن کاپی ہے۔ آج کی سپر پاور امریکہ' آج کا قیصر روم صدر بش'

**سقوط کابل سے طالبان کی تربیت اور تطہیر بھی مقصود ہے**

طاقت کا توازن وہی دو لاکھ اور تین ہزار۔ آج بھی مشورہ دیا گیا تھا کہ لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن آج بھی فیصلہ وہی تھا کہ ہارنا ہے تو لڑ کر ہاریں گے تاکہ ہار کر بھی بازی مات نہ ہو۔ چنانچہ طالبان لڑے اور پسپا ہوئے' لیکن ان کی پسپائی بھی بالکل اسی طرح ہوئی ہے جیسے خالدؓ بن ولید پسپا ہوئے تھے۔ یہ جو ہم کو تاثر دیا جا رہا ہے کہ طالبان اور القاعدہ ختم ہو گئے' یہ میڈیا ہائپ (HYPE) ہے۔ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں' دنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں لیکن خود انہیں حقیقت کا ہم سے زیادہ علم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طالبان پچاس ہزار تھے' القاعدہ دس ہزار تھے۔ یہ لوگ میدان میں ڈٹے رہے ہیں۔ جب امیر کا یہ فیصلہ آ گیا کہ اس جنگ کو جاری رکھنے کے لئے ہم نے اپنی افرادی قوت کو محفوظ رکھنا ہے تب یہ لوگ پسپا ہوئے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے پاکٹس میں آج بھی افغانستان میں موجود ہیں۔ اس اچانک پسپائی پر پاکستان کے لوگ تو حیران ہیں لیکن ہم سے زیادہ حیرانی مغربی اتحاد کو ہے۔ اور جو ہے بیچارہ صدر بش' وہ تو انگشت بدنداں ہے' سر پکڑ کر بیٹھا سوچ رہا ہے کہ یا مظہر العجائب' ہاتھی بمعہ ہودا غائب! یہ سارے گئے کہاں؟ ان کے ہاتھ لگا کیا ہے؟ ان کو تو ہاتھی کی دم بھی نہیں ملی۔ ہاں! دم کے چند بال ان کے ہاتھ میں آئے ہیں۔ ساٹھ ہزار میں سے ایک دو ہزار شہید ہوئے ہیں اور چند سو قید ہوئے ہیں' باقی پوری افرادی قوت زندہ ہے اور محفوظ ہے۔

اگر صحیح صورتحال سمجھ میں آ گئی ہے تو اب دل میں یہ ایمان جاگزیں ہونا چاہئے کہ جو اثرات جنگ موتہ کے مرتب ہوئے تھے' ان شاء اللہ وہی اثرات جنگ افغانستان کے بھی مرتب ہوں گے اور ہو رہے ہیں۔ ہم نہیں ہوں گے لیکن آنے والی نسلیں ان شاء اللہ دیکھ لیں گی کہ جنگ افغانستان مغربی تہذیب کے زوال کا پیش خیمہ تھی۔ چنانچہ اس جنگ میں خیر کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ مغربی تہذیب کے زوال کا بیج زمین میں ڈال دیا گیا ہے۔ وقت لگے گا اس کو درخت بننے میں اور پھل لانے میں' لیکن بیج پڑ چکا ہے۔

اب سقوط کابل کی برکات کا ایک اور پہلو بھی سمجھ لیں۔ سب سے پہلے غلام احمد قادیانی نے فتویٰ دیا تھا کہ اب جہاد بالسیف ختم ہو گیا ہے۔ ہمارے علماء کرام نے اس کا بہت سخت نوٹس لیا اور بڑے گھمسان کا جہاد بالقلم کیا لیکن عملاً جہاد بالسیف متروک ہی رہا اور کہیں بھی اس کا وجود نہیں تھا۔ کشمیر' فلسطین' بوسنیا' چیچنیا کی جدوجہد کو میں اسلام کے لئے جہاد بالسیف اس لئے نہیں مانتا کہ بنیادی طور پر یہ آزادی کی قومی تحریکیں ہیں جو اسلام کے نام پر لڑی جا رہی ہیں۔ یہ اللہ کے کلمے کی بلندی کی جنگیں نہیں ہیں۔ ٹھیک ہے! کچھ لوگ ہیں جو صحیح جذبے سے ان کے ساتھ شامل ہیں لیکن بنیادی طور پر یہ اللہ کے کلمے کی بلندی کی تحریکیں نہیں ہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ جہاد بالسیف عملاً متروک ہو چکا تھا۔ لیکن افغانستان میں صورتحال مختلف تھی۔ روس کو نکالنے کے بعد ان کی قومی آزادی بحال ہو چکی تھی۔ اس کے بعد ان کی جو حکومتیں قائم ہوئیں' وہ سب کی سب سیکولر تھیں۔ طالبان نے اللہ کے کلمے کی بلندی کے لئے ان سے جنگ کی تھی اور حکومت ملنے کے بعد اللہ کے کلمے کو بلند کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ افغانستان جیسے ملک میں جو امن و سکون قائم ہوا اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ہے۔ وہاں پر جرائم کی تعداد سعودی عرب سے بھی کم ہو گئی۔ انسانیت کا خون چوسنے والوں کو یہ صاف نظر آ گیا تھا کہ یہ کلی اگر پھول بن گئی اور دنیا نے اس کی خوشبو سونگھ لی تو اس کا استحصالی نظام نمک کی طرح پگھل کر رہ جائے گا۔ چنانچہ اس کلی کو انسانیت کی شاخ سے نوچنے کے لئے انہوں نے جو کچھ کیا' وہ دنیا کے سامنے ہے۔

اس تناظر میں غور کریں تو بات واضح ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ہر صدی ہجری میں اس امت کے اندر مجدد پیدا ہوتے رہے ہیں لیکن یہ لوگ دین کے علوم اور نظریات کے مجدد تھے۔ سیدنا اسامہ بن لادن اور سیدنا ملا عمر کا اس امت پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے جہاد بالسیف کی تجدید کی ہے۔ اس پہلو سے میں انہیں پندرہویں صدی ہجری کا مجدد مانتا ہوں۔ ہر انسان کی طرح وقت مقررہ پر انہوں نے بھی اپنے رب کے پاس واپس جانا ہے لیکن یہ لوگ اپنا کام کر چکے ہیں۔ انہوں نے جن کو بوتل سے باہر نکال دیا ہے' وہ اب بوتل میں واپس نہیں جائے گا۔ اس امت میں ان شاء اللہ اب کوئی غلام احمد قادیانی پیدا نہیں ہو گا' چاہے کوئی کلیاں نوچے یا کھمبا نوچے۔

ان برکات کا ایک اور پہلو قرآن اور حدیث کے حوالے سے سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ارشاد کا (ترجمہ نہیں) مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی پر جبر کیا جائے اور وہ کلمہ کفر کہہ دے لیکن اس کا دل ایمان پر ہو' تو وہ گناہ گار نہیں ہے (النحل: ۱۰۶)۔ لیکن یہ رخصت کا پہلو ہے۔ اگر وہ کلمۂ کفر نہ کہے اور جان دے دے تو یہ عزیمت کا پہلو ہے۔ صحابہ کرامؓ میں دونوں مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت یاسرؓ نے عزیمت کی اور ان کے صاحبزادے عمار بن یاسرؓ نے رخصت کی راہ اختیار کی۔ طالبان اور القاعدہ کے سامنے بھی یہ دونوں راستے موجود تھے۔ چاہتے تو اسلام کے رخصت

**جنگ افغانستان' مغربی تہذیب کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہو گی**

کے پہلو سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ اس بین الاقوامی غنڈہ گردی اور دادا گیری کے خلاف آج اگر ہم نے سر جھکا دیا تو یہ اور پروان چڑھے گی' اس لئے اپنا سر کٹا دو تاکہ اس غنڈہ گردی کی جڑ پر بھی ضرب پڑے اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی ادا ہو جائے۔ یقیناً یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔ سیدنا اسامہ اور سیدنا عمر نے عزیمت کی زندہ مثال ہمارے سامنے رکھ دی ہے' زبانی کلامی نہیں بلکہ اپنے عمل سے۔ اب یہ بھی نوٹ کر لیں کہ ایسے عظیم لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے' لیکن جب بھی اس امت میں ایسے عظیم لوگ پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنے خون سے امت کی آبیاری کی ہے تو پھر امت کی کھیتی برسوں لہلہاتی رہی ہے۔

اس تناظر میں اب یہ بات سمجھیں کہ اللہ کی زمین مسلمان کا وطن ہے اور اس کے ممالک اس کے وطن کی گلیاں ہیں۔ اپنے وطن میں ہماری حالت یہ ہو گئی تھی کہ ہم نوحہ خواں تھے کہ "نثار میں تیری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں ـــــ چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے"۔ سلام کریں افغانستان کے شہیدوں کو جنہوں نے اپنا خون دے

کر ہمیں اس قابل کر دیا کہ آج ہم اپنی وطن کی گلیوں میں سر اٹھا کر چل سکتے ہیں۔

میڈیا ہائپ کی دھند میں جھانکنے کے بجائے عزیمت کے میناروں کے نور میں دیکھیں تو صاف نظر آ جائے گا کہ نہ طالبان ختم ہوئے ہیں' نہ القاعدہ ختم ہوئی ہے اور نہ ہی مسلمان ختم ہوئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنا منہ نہ لٹکائیں' کمر ہمت کسیں اور جہاد کو جاری رکھیں۔ جہاد مع النفس بھی جاری رہے' جہاد بالقلم بھی جاری رہے اور ضرورت پڑے تو جہاد بالسیف بھی ہو۔ اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کریں کہ "جہاں میں اہل ایماں مثل خورشید جیتے ہیں...... اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے"۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ "قدرت نے اسلام کی فطرت میں لچک دی ہے' اتنا ہی وہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے۔"

### کچھ مزید برکات

۱۔ برین ڈرین یعنی تعلیم یافتہ اور باصلاحیت افراد کا ترک وطن کر کے مغربی ممالک میں آباد ہونے کا عمل صرف پاکستان ہی کا نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا کا مسئلہ ہے۔ یہ عمل اسلامی ممالک کے ضعف کا اور اسلام دشمن ممالک کی تقویت کا باعث ہے۔ اب یہ عمل تقریباً رک گیا ہے۔ یہ بات اسلامی ممالک کے لئے ان شاء اللہ خوش آئند ثابت ہوگی۔

۲۔ کافی معروف بات ہے کہ ایک صاحب نے امریکہ کا شاندار کیریئر اور بے تحاشہ پیسہ چھوڑ کر اپنے وطن واپس آنے کا فیصلہ کیا تھا تو ناصحین سمجھانے آئے تھے۔ ان کو انہوں نے جواب دیا تھا کہ:

I Don`t want to be a third class citizen of a first class country.It is better to be a first class citizen of a third class country.

اب اس سوچ کو فروغ حاصل ہوا ہے اور مغربی ممالک سے اسلامی ممالک میں روزانہ تقریباً ۳۰ سے ۳۵ خاندانوں کی واپسی کا عمل جاری ہے۔ اس سے اسلامی ممالک کو جو تقویت حاصل ہوگی اور واپس آنے والوں کی اپنے ملک میں جو حیثیت ہوگی وہ بونس ہے۔ اس کی اصل برکت یہ ہے کہ اب ان لوگوں سے میدان حشر میں مواخذہ نہیں ہوگا کہ تم اسلام دشمن قوتوں کو لائف بلڈ کیوں سپلائی کرتے رہے تھے۔

۳۔ تارکین وطن اپنے ساتھ اپنے پیسے بھی واپس لا رہے ہیں۔ اس سے اسلامی ممالک کی معیشت کو تقویت حاصل ہوگی اور ان شاء اللہ یہی بات اسلام دشمن ممالک کی معیشت کو کمزور کرنے کا باعث ہوگی۔

۴۔ معاشرے میں صحیح اور غلط کام کرنے والوں کے درمیان کشمکش ہوتی ہے۔ ترک وطن کی تحریک سے صحیح کام کرنے والے افراد کمزور ہو گئے اور دب کر رہ گئے جبکہ غلط کام کرنے والوں کو کھلا میدان ملا اور پورے ملک میں ان کا راج ہو گیا۔ تارکین وطن کی واپسی سے امید ہے کہ پاکستان میں اصلاح معاشرہ کی راہ ہموار ہوگی۔

۵۔ ۱۱ ستمبر کے بعد ایک طرف مسلمانوں سے نفرت میں اضافہ ہوا ہے تو دوسری طرف یہ تجسس بھی پیدا ہوا ہے کہ یہ کیسا مذہب ہے جس کے پیروکار اپنے مشن کے لئے اس طرح جان دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً امریکہ میں گزشتہ چار سال میں جتنے قرآن مجید فروخت ہوئے تھے' اس سے زیادہ ۱۱ ستمبر کے بعد سے اب تک فروخت ہو چکے ہیں۔ اس کی وجہ سے امریکہ کے فہیم طبقہ میں اسلام کے لئے نرم گوشہ پیدا ہوا ہے اور ایسے لوگوں میں سے ۳۵ ہزار افراد اب تک اسلام قبول کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کا احاطہ کرنا انسانی ذہن کے بس میں نہیں ہے۔ سقوط کابل کی پتہ نہیں کتنی اور برکات ہیں جہاں تک ہمارے ذہن کی رسائی نہیں ہے لیکن ہمارا ایمان ہے کہ وقت آنے پر ان شاء اللہ ان کا ظہور ہوگا...... کیونکہ اللہ کے ہاتھ میں کُل خیر ہے۔

## بقیہ: منبر محراب

اب آگے اس مرض کا علاج ہے کہ اگر کسی کو یہ چھوت لگ ہی جائے تو Treatment کیا ہے؟ فرمایا:

"اور خرچ کرو ان تمام چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دی ہیں اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آ پہنچے تو کہنے لگے: اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کر لیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا۔ اور اللہ ہرگز کسی کو مہلت نہیں دیتا جب اس کی اجل آ جائے۔ اور اللہ باخبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

مرض نفاق سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ اپنا مال اللہ کی راہ میں لگا دو تا کہ اگر کوئی چھوت لگی ہوئی ہے اس سے شفا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس سے بچا دے۔

**انتقال پر ملال**

امیر تنظیم اسلامی کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر عارف رشید کی خوشدامن صاحبہ اور جناب قاضی عبدالقادر کی اہلیہ اتوار ۱۷ مارچ ۲۰۰۲ء کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ رفقاء و احباب سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا فی رحمتک وحاسبھا حسابا یسیرا

KHALID TRADERS
IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE
NTN
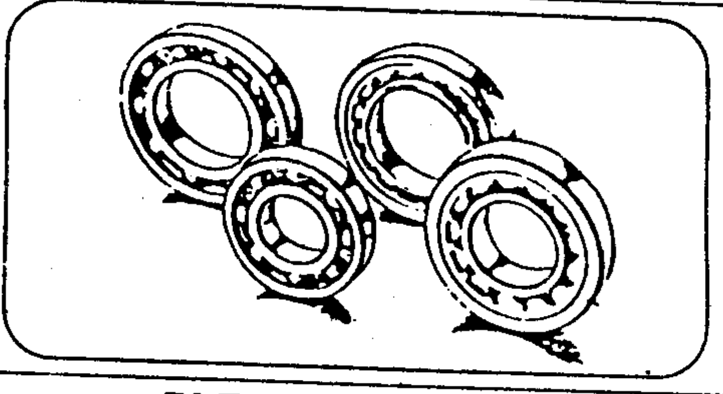
PLEASE CONTACT
Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box # 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com
FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : SIND BEARING AGENCY, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172
LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones 7639618,7639718,7639818. Fax: (42) : 763-9918
GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 4-790-210607
WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

# بھارت اپنا رویہ کبھی تبدیل نہیں کرے گا!

بھارتی حکومت کے اعداد وشمار کے مطابق ۱۹۴۷ء سے آج تک بھارت میں پندرہ ہزار سے زائد بلوے مسلمانوں کے خلاف ہو چکے ہیں۔ سیکولرازم کا دعوے دار بھارت مذہبی طور پر ایک ایسی کٹر ہندو ریاست ہے جس کو کئی مغربی دانشوروں نے دنیا کی سب سے زیادہ بنیاد پرست مذہبی ریاست قرار دیا ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی نمائندگی کا دعویٰ کرنے والا پریم چند گاندھی اپنے آپ کو کٹر ہندو کہتا تھا اور گائے ذبح کرنے والے مسلمان یا عیسائی کا خون بہانا جائز قرار دیتا تھا۔ گاندھی کہا کرتا تھا کہ:

"میں ہندوؤں کی تمام مذہبی کتابوں کو دل و جان سے مانتا ہوں' میرے جسم کا رواں رواں ہندو ہے' گؤ رکھشا میرے دھرم کا جز ہے اور ہم ہندو دھرم کے پیروکار مل جل کر بھارت میں آباد مسلمانوں اور عیسائیوں کو تلوار کے زور پر گؤ رکھشا کے لئے مجبور کر دیں گے۔"

ہندو تاریخ پر اگر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو یہ انکشاف ہوتا ہے کہ یہ کٹر متعصب قوم آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کو برصغیر سے مکمل طور پر مٹا ڈالنے کے لئے کوشاں رہی ہے۔ ہندو سیاست کے بڑے بڑے ستون اپنی چتاؤں میں جلنے سے پہلے مسلمانوں کے لئے اس قسم کی چنگاریاں اپنی قوم میں جلتی چھوڑ گئے ہیں کہ:

☆ بھارت ماتا کے مسلمانوں کا ایک ہی مستقبل ہے کہ وہ ہندو ہو جائیں۔ (مہاشہ کرشن: ۱۹۳۰ء)

☆ اذان اور نماز کے وقت مسجدوں کے آگے باجے بجانا ہر ہندو کے عقیدے کا لازمی جزو ہونا چاہئے۔ (لالہ ہر دیال: ۱۹۲۵ء)

☆ جب تک ہندوستان اسلام سے پاک نہیں ہوگا' ہم کبھی چین سے نہیں سو سکیں گے۔ (اخبار تیج: ۱۹۲۵ء)

☆ اگر ہم نے اسلام کے روڑے کو نگل لیا تو ہمارے پیٹ میں ہمیشہ درد رہے گا۔ (مہاشہ کرشن: ۱۹۳۲ء)

☆ ہماری سکیم یہ ہے کہ جناح کو پاکستان بنا لینے دیں۔ پھر معاشی' فوجی اور ہر طرح کے ڈھنگ سے پاکستان کو ہندوستان میں جوڑ کر اکھنڈ بھارت بنا لیں۔ (نہرو: ۱۹۴۷ء)

آج بھی ہندو تنظیموں اور لیڈروں کے جذبات مسلمانانِ پاک و ہند کے لئے انتہائی متشددانہ ہیں۔ نہ صرف بی جے پی' وشوا ہندو پریشد اور شیوسینا بلکہ ایک عام ہندو بھی مسلمانوں اور پاکستان کے لئے انگارے چباتا نظر آتا ہے۔ ہندو پوری دنیا میں مسلم دشمنی کی زندہ تصویر ہے۔

امریکہ میں آباد ہندو مسلمانوں اور بالخصوص پاکستانی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ دوسری طرف ہم ہیں کہ "خود ہی لیا اپنی تصویر کو بگاڑ" کی مکمل تفسیر بنے ہندو کے آگے گھگیانے سے کبھی نہیں ہچکچاتے۔ یہاں اگر کسی ہندو کے پڑوس میں پاکستانی کا سٹور ہوتا ہے تو وہ کئی کئی میل کا سفر کر کے ہندو کے پاس سے خریداری کرتا ہے جبکہ پاکستانی اس کے برعکس اپنے پاکستانی بھائی کی تجارت کو ملاوٹ اور نقلی کے القابات سے نواز کر ہندو کے لکشمی برانڈ کو استعمال کرتا ہے۔ مسلمانوں کے دم قدم سے نہ صرف یہاں ہندو کی تجارت خوب پھل پھول رہی ہے بلکہ یہ پیسہ بابری مسجد کی شہادت' رام مندر کی تعمیر' کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی' بال ٹھاکرے جیسے اسلام دشمنوں کو پالنے' گجرات میں مسلمانوں کو زندہ جلانے

**رعنا ہاشم خان**

اور معصوم بچوں کو زبردستی پٹرول پلا کر دیا سلائی دکھانے جیسے مقاصد کے لئے ہماری جانب سے "مالی تعاون" کی بہترین مثال بھی ہے۔ صرف جسمانی ایذا ہی نہیں بلکہ ہندو ہم کو ذہنی اور روحانی ایذا دینے کا بھی کوئی موقع ضائع نہیں کرتا۔ اس کی ایک مثال بی جے پی نے اپریل ۲۰۰۰ء میں گستاخ رسول ﷺ سلمان رشدی کو دورہ دہلی کی اجازت دے کر اور یوں بیس کروڑ سے زائد بھارتی مسلمانوں کے دینی جذبات کو مجروح کر کے دی تھی۔ اسی طرح آندھرا پردیش میں بابری مسجد کے انہدام کے بعد رونما ہونے والے فسادات کے دوران ممبئی پولیس نے پندرہ سے بیس برس کے ۲۷ مسلمان نوجوانوں کو گرفتار کر کے بدترین تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ ان نوجوانوں کی غلطی محض اتنی تھی کہ وہ بابری مسجد کی شہادت کے خلاف احتجاجاً ایک مصروف سڑک پر نماز ادا کر رہے تھے۔ اگست ۲۰۰۰ء میں بھارتی ہفت روزہ "انڈیا ٹوڈے" نے پاکستانی عوام کو سانحہ سقوطِ ڈھاکہ یاد دلانے کے لئے حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ شائع کر دی۔ سالِ نو کے موقع پر بھارتی پریس کی ایک قلم کار منور ما دیوان نے اپنی حکومت کے نام ایک خصوصی مضمون میں لکھا تھا کہ:

"۳۱ دسمبر ۲۰۰۱ء کی سرد شام میں عوام کے تاثرات قلمبند کرنے کے لئے نکلی کہ وہ یہ شام کس طرح گزاریں گے' لیکن مجھ میں اتنی بے حسی نہیں کہ اپنے پہلے پڑاؤ یعنی ایشیا کے سب سے بڑے میڈیکل انسٹیٹیوٹ کے سامنے کڑکڑاتی سردی میں خود کو گٹھڑی بنائے ٹھٹھرتے اور کراہتے ہوئے مسلمان مریضوں سے اپنا یہ سوال پوچھتی۔ یہ مسلمان اپنا علاج کروانے دُور دراز کے دیہاتوں اور قصبوں سے آتے ہیں لیکن یہاں ان کے لئے کسی بیڈ کا خالی ہونا تو دور کی بات ہے' ہسپتال کے فرش بھی ان کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔"

منور ما دیوان آگے لکھتی ہیں کہ جب ہم "ہندوستان کے عوام" کہتے ہیں تو اس کا مطلب ایک عام ہندوستانی ہونا چاہئے نہ کہ ہندو' مسلم یا سکھ۔

بھارت کے نظام میں built in خرابی یہ ہے کہ وہ دو ہزار سال سے ذاتوں اور اونچ نیچ میں مبتلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں مسلمان آبادی کا چودہ فیصد ہونے کے باوجود سرکاری ملازمتوں کے صرف دو فیصد حصے پر فائز ہیں۔ ہندو قوم کوئی کام اپنے دیوتاؤں کا نام لئے بغیر شروع نہیں کرتی۔ ان کے یہاں قتل' ڈاکہ اور چوری اتنے بڑے جرائم نہیں سمجھے جاتے جتنا بڑا جرم مذہبی رسموں کی ادائیگی میں غفلت ہے۔ عورت کی عقل' علم اور پاکیزگی پر ہندو قوم کبھی اعتماد نہیں کرتی۔ افسوس کہ مسلمان بادشاہ لہو ولعب میں ڈوبے رہے' اگر وہ ہندوستان میں دین نافذ کرتے تو اہلِ ہند آج سب کے سب امتِ مسلمہ کا حصہ ہوتے۔ ۱۹۴۷ء سے لیکر آج تک اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھنے والے جس طرح "پاکستان عنقریب ٹوٹ جائے گا" کی دیرینہ خواہش کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً مسلمانانِ ہند کو ہم پاکستانیوں کی بھارتی ثقافت سے دل لگی اور وابستگی کے طعنے دیتے رہے ہیں' کیا حالیہ فسادات اور امتِ مسلمہ پر چاروں جانب سے طاغوتی افتادات ہمارے ہوش میں آنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ ابھی تو ہم اپنے طالبان بھائیوں کی حکومت کے خاتمے کے زخموں ہی کو دیکھ رہے تھے کہ بھارتی مسلمانوں پر ہندو نے ہر طرح کے مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ جس طرح بھارتی حکومت نے پاکستان کی سرحدوں پر فوجیں جمع کر کے مستقل کشیدگی کی صورتحال پیدا کر دی ہے اسی طرح بھارت کے اندر ہندوؤں نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لئے نفرت و عداوت سے بھرپور مہم شروع کر رکھی ہے۔ پچیس سالہ مسلمان خاتون نجمہ ایوب نے جو احمد آباد کے پناہ گزین کیمپ میں ہیں' اخباری نمائندوں کو بتایا کہ ہندو انتہا پسندوں نے ہماری نظروں کے سامنے ہمارے معصوم بچوں کو اس طرح آگ پر زندہ بھونا ہے جس طرح مرغی بھونی جاتی ہے۔ اس مظلوم خاتون کا ایک بیٹا اور بیٹی اس درندگی کا شکار ہو گئے۔ اگرچہ ہمارے لئے یہ بات خوش آئند ہے کہ انتہا پسند ہندو ایسی حرکتیں کر کے خود بھارت کی اپنی جڑیں

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

# طبقاتی اونچ نیچ اور الیکٹرانک میڈیا

ہماری آبادی کی اکثریت کو روٹی' کپڑا' مکان' تعلیم' روزگار اور علاج جیسی بنیادی ضروریاتِ زندگی میسر نہیں۔ لوگ قوت لایموت پر گزارہ کر رہے ہیں جبکہ اس قوت لایموت کے لئے بھی لوگوں کو رشوت ستانی' چور بازاری' ذخیرہ اندوزی' ملاوٹ اور کرپشن کے ان گنت طریقے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ ان ''پردوں'' کی وجہ سے فی الحال ہمارے معاشرے کا مکروہ اور مہیب چہرہ چھپا ہوا ہے۔ اگر یہ پردے ہٹ گئے تو ہمارے سماج کی گھناؤنی حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ چڑھتی ہوئی مہنگائی اور بڑھتی ہوئی بیروزگاری کے دہشتناک سایوں نے ہمدردی' اخوت' بھائی چارے اور صلۂ رحمی جیسے بلند اخلاق ہمارے معاشرے سے ختم کر دیئے ہیں۔ گویا کہ ایک طرف اگر ہم بدترین معاشی بحران کا شکار ہیں تو دوسری طرف اخلاقیات کے میدان میں بھی زوال کی آخری حدوں کو چھو چکے ہیں۔

لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ زیر نظر مضمون میں تذکرہ ہو رہا ہے معاشرے کے مڈل کلاس افراد کے مسائل کا جو فی الحال کم از کم انسانی سطح پر زندگی گزار رہا ہے۔ اس لئے کہ معاشرہ کا جو لوئر کلاس ہے وہ طبقاتی اونچ نیچ میں یا ڈارون کی اصطلاح میں ''درجہ اعلیٰ'' سے درجہ ادنیٰ یعنی انسانی سطح سے اتر کر خالص حیوانی سطح پر اتر آئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں پر شاپنگ بیگز' شیشے کی بوتل اور ردی کے کاغذ جمع کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں یا ہوٹلوں اور بڑے بڑے فنکشنوں میں لوگوں کے پس خوردوں کو اکٹھا کر کے اپنا گزر بسر کرتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ وہ ملک کے کونسے صوبے میں ہیں۔ آج کونسی تاریخ اور کونسا دن ہے۔ گرمی کی شدائد ہوں یا سردی کی پریشانیاں' وہ شہر کے فٹ پاتھوں' عوامی اڈوں یا ٹاٹ بوری کے بنے ہوئے جھونپڑوں میں زندگی ایک بوجھ سمجھ کر گزار دیتے ہیں۔

بہر حال یہ تذکرہ ہو رہا ہے مڈل کلاس کا جو فی الحال اس ''عظیم کشمکش'' میں اول الذکر بحرانی کیفیات سے دوچار ہے۔ اب ایک طرف یہ صورت حال ہے کہ جلد یا بدیر معاشرے کی موت واقع ہونے والی ہے اور دوسری طرف ہماری ثقافت کا آئینہ دار ٹی وی کا اشتہاراتی کلچر ہے۔ جس میں شاندار محلات' آرام دہ گاڑیاں' پرتکلف کھانے اور پرتعیش زندگی گزارنے والے خوش و خرم انسان ایک بارونق ماحول میں مختلف انداز میں دکھائے جاتے ہیں۔ ان اشتہارات کے ذریعے ایک قریب المرگ معاشرے کا جس طرح مذاق اڑایا جاتا ہے وہ اس مذاق سے کہیں بڑھ کر ہے جس کی طرف مضمون کی ابتداء میں اشارہ کیا گیا۔

مثلاً گھی کے ایک اشتہار کو لیجئے۔ ایڈورٹائزنگ کرتے وقت ایک خوشحال خاندان کو ایک شاندار اور بارونق ڈائننگ ہال میں دکھایا جاتا ہے۔ جس کے سامنے انواع و اقسام کھانے رکھے ہوتے ہیں۔ اس اشتہار سے گھی کی مشہوری تو ہو جاتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ اشتہار اس معاشرے کے سامنے پیش کرنا مناسب ہے جو معاشرہ بدترین معاشی حالات سے دوچار ہو۔ کیا اس اشتہار کے باعث معاشرے کے افراد مختلف قسم کی نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا نہیں ہوں گے؟ یقیناً ہوں گے۔ اس لئے کہ ایسے معاشرے کا فرد جب دیکھے گا کہ باوجود کمرتوڑ محنت کی نہ

مولانا غلام اللہ حقانی

میں اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکا' نہ ان کی تعلیم و تربیت کا کوئی مناسب انتظام کر سکا۔ نہ میرے پاس ڈاکٹر کی فیس ہے نہ مکان کا کرایہ ہے اور نہ بجلی کا بل' نہ میں اپنے بچوں کے لئے رشتوں کا کوئی معقول انتظام کر سکا اور نہ اپنی جوان بچیوں کے ہاتھ پیلے کر سکا۔ تو لامحالہ وہ شخص یا تو اپنے بال بچوں کو قتل کرے گا یا اس Tension میں خودکشی کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔

اخبارات میں روز ایسے ہی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ کسی نے خودکشی کی ہے' کسی نے اپنے بچوں کو قتل کیا ہے' کوئی چوری کرتا ہوا پکڑا گیا ہے۔ کہیں اغوا برائے تاوان ہوا ہے۔ کسی نے گھر میں گھس کر پورے خاندان کو قتل کیا ہے۔ اب یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے۔ وہ محض اتفاقی معاملہ نہیں۔ بلکہ اس کے پیچھے معاشی اور معاشرتی اونچ نیچ کے یہی عوامل کارفرما ہوتے ہیں جس کی منظرکشی اس اشتہار کے ذریعے کی گئی ہے۔

ایک پرائیویٹ کمپنی کے بعد اب ایک سرکاری ادارے کا اشتہار ملاحظہ فرمایئے۔ محکمہ صحت کے ایک اشتہار میں ایک pregnant lady کو دکھایا جاتا ہے۔ محکمے کی ایک Lady worker مذکورہ خاتون کو آرام اور ہفتہ میں کم از کم ایک بار ماہر ڈاکٹر سے رجوع کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔ پھر دوران اشتہار مختلف قسم کے کھانے جس میں انڈے' مچھلی' دودھ' سبزی وغیرہ شامل ہوتے ہیں ایسی خواتین کے لئے بطور غذا تجویز کئے جاتے ہیں اشتہار کے آخر میں اعلان ہوتا ہے: ''صحت مند مائیں صحت مند بچے۔''

اگرچہ یہ تجویز اور Slogan اپنی جگہ درست بھی ہے اور مناسب بھی۔ لیکن کیا ہمارے معاشرے میں وہ آرام اور وہ غذائیں جو پروٹین' لحمیات اور وٹامنز کی متوازن مقدار کی حامل ہوں خواتین کو میسر ہیں؟ قطعاً نہیں' تو کیا اشتہار میں ان خواتین کا مذاق نہیں اڑایا جاتا جن کو مطلوبہ آرام اور غذائیں حاصل نہیں؟ کیا یہ اشتہار ان خواتین کی جسمانی اذیت کے ساتھ ساتھ ذہنی اور نفسیاتی پریشانیوں کا باعث نہیں بنے گا جو ہر روز معاشرے کی اس طبقاتی اونچ نیچ کا بچشم سر مشاہدہ کرتے ہیں۔ صحت سے متعلقہ کھانے پینے کے اشتہارات کے علاوہ دوسرے اشتہارات میں بھی معاشرہ کا مذاق اڑانے کا بھرپور سامان ہوتا ہے۔ مثلاً سگریٹ کے ایک اشتہار کو لیجئے جس میں ماحول اور انداز تو وہی ہے جو عام اشتہارات میں ہوتا ہے لیکن سگریٹ کی مشہوری کا جو طریقہ اس اشتہار میں اپنایا گیا ہے وہ مذاق ہی تو ہے۔ مذاق کے علاوہ اشتہار میں جھوٹ کی جو منظرکشی کی گئی ہے وہ وزارت ثقافت کی نااہلی کا واضح ثبوت بھی ہے۔ اس لئے کہ اشتہار میں قوم کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ سگریٹ کے ایک کش میں اتنی بڑی طاقت پوشیدہ ہے کہ آپ اس کے ذریعے دریاؤں' ہواؤں اور پہاڑوں کو مسخر کر سکتے ہیں۔ ایک ہی کش سے مشکل ترین اور خطرناک حالات کا آسانی مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اشتہار کے آخر میں اس سفید جھوٹ کا مداوا ان الفاظ سے کیا جاتا ہے۔ ''سگریٹ نوشی صحت کے لئے مضر ہے: وزارت صحت''۔

پھر ان اشتہارات کا یہ پہلو خاصا تکلیف دہ ہے کہ اس پر جتنی رقم خرچ ہوتی ہے وہ ان مصنوعات کی قیمتوں میں جمع کر کے عوام سے وصول کی جاتی ہے۔ گویا کہ یہ اشتہارات مذاق' اخلاقی گراوٹ کے علاوہ مہنگائی کا بھی باعث بن رہے ہیں۔ اگرچہ ان کا سب سے بڑا نقصان وہی ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے کہ اس سے معاشرے کے اندر احساس محرومی بڑھتا ہے۔ اس سے لوگوں کے جذبات و احساسات کا خون ہوتا ہے۔ اس سے احساس کمتری' ذہنی الجھنیں اور بہت سے دوسری نفسیاتی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ حالانکہ ٹی وی تعلیم و تدریس کا ذریعہ بھی ہے اور دعوت و تبلیغ کا آلہ بھی۔ چنانچہ اس کے ذریعے تو وہ تعلیم دی جائے جو طبقاتی اونچ نیچ کو ختم کر کے عدل و انصاف کو فروغ دے۔ جو لاقانونیت کو ختم کر کے امن و آشتی کو رواج دے۔ لیکن یہ کام مشکل کیا بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے کہ اس واقعہ کا جو خاص پہلو ہے وہ یہ ہے کہ ان اشتہاروں کے ذریعے جو کچھ دکھایا جاتا ہے وہ محض

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

## اسرہ ٹوبہ کا سہ روزہ تبلیغی (دعوتی) اجتماع

اس پروگرام کا آغاز ۱۵ فروری کو خطابِ جمعہ سے ہوا۔ حلقہ پنجاب (وسطی) کے امیر جناب مختار حسین فاروقی نے قاسمیہ مسجد' فیض کالونی میں کم وبیش ایک سو احباب کے سامنے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے سورۃ الصف کی ایک آیت کے حوالے سے واضح کیا کہ اللہ کے راستے میں قتال کرنے والے اللہ کے محبوب ہیں۔ عصر اور عشاء کے درمیان الہدیٰ لائبریری ٹوبہ میں امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے دو خطابات جمعہ بذریعہ ویڈیو کیسٹ سنے گئے۔ ان خطابات میں بھی موضوع ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہی تھا۔ جماعت اسلامی کے رکن جناب ضیاء الرحمٰن کی درخواست پر ان کی رہائش گاہ پر نمازِ عشاء کے بعد درسِ قرآن ہوا جس میں فاروقی صاحب نے سورۃ الزمر کے پانچویں رکوع کے حوالے سے توبہ کی اہمیت کو واضح کیا۔ قریباً بیس احباب نے اس درس کو بڑی دلچسپی سے سنا۔

۱۶ فروری کو جامع مسجد عثمانیہ میں نمازِ فجر کے بعد فاروقی صاحب نے سورۂ یونس کی دو آیات کے حوالے سے قرآن حکیم کی عظمت بیان کی۔ نمازیوں کی ایک کثیر تعداد نے بڑی توجہ سے درس سماعت کیا اور بعض نے اسے ہر ماہ ترتیب دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ صبح ۱۰ بجے الہدیٰ لائبریری میں درسِ قرآن دیتے ہوئے امیر حلقہ نے سورۃ الحج کے آخری رکوع کے حوالے سے بتایا کہ مسلمان کا مقصود و مطلوب اللہ ہے۔ اس درس کے لئے جناب غلام نبی نے دکاندار حضرات کو خصوصی طور پر دعوت دی تھی۔ کم وبیش ۱۲۵ احباب نے اس درس کی سماعت کی۔ بعد میں بعض احباب نے سوالات کے ذریعے درس سے متعلق وضاحت بھی حاصل کی۔ محکمہ ٹیلی فون کے ایک ملازم جناب خالد محمود کی کوشش سے توکلی مسجد میں نمازِ ظہر کے بعد درسِ قرآن ہوا۔ فاروقی صاحب نے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۰، ۱۲۱ کے حوالے سے بتایا کہ شیطان اور یہود انسانیت کے دشمن ہیں۔ فتنوں سے بچنے کی واحد صورت قرآن سے مضبوط تعلق ہے۔ نمازِ مغرب کے بعد فاروقی صاحب نے محلّہ گوبند پورہ کی مسجد میں سورۃ البقرہ کے تیسرے رکوع کی ابتدائی دو آیات کے حوالے سے عبادت کے اصل اور حقیقی مفہوم کو واضح کیا۔ اس روز کا آخری پروگرام شہر کی ایک قریبی آبادی رحمت آباد میں تھا۔ جناب محمد یٰسین کی خصوصی دعوتی کاوش کے نتیجے میں مذکورہ آبادی کے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا گیا۔ نمازِ عشاء کے بعد جناب مختار فاروقی نے نہایت دلنشین انداز میں سورۃ الفاتحہ کے مضامین واضح کئے۔

۱۷ فروری کو محلّہ اقبال نگر کی مسجد میں نمازِ فجر کے بعد فاروقی صاحب نے سورۃ النساء کی آیت ۶۵ کا درس دیا۔ اس پروگرام کا آخری اجتماع ایک خطابِ عام کی صورت میں جناب محمد نواز کی رہائش گاہ پر ہوا' جس کا موضوع ''فلسفۂ قربانی'' تھا۔ امیر حلقہ جناب مختار فاروقی کا یہ خطاب کم وبیش تیس احباب نے سُنا۔ ایک گھنٹہ کے اس خطاب کے بعد دعا پر اختتام ہوا۔ (رپورٹ: پروفیسر خلیل الرحمٰن)

## ماہ مارچ میں امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ کراچی

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد اپنے ماہانہ دورے پر ۲ مارچ کی سہ پہر کراچی پہنچے۔ اس شب ان کا ایک خطاب کاروباری حلقۂ احباب کی چند خواتین کی جانب سے آدم جی نگر میں ہوا۔ امیر محترم نے اپنے خطاب میں کہا کہ بلدیاتی انتخابات میں خواتین کو ۳۳ فیصد نمائندگی دینا دراصل اس ایجنڈے کی تکمیل کے لئے ہے جو قاہرہ' بیجنگ اور بیجنگ پلس فائیو کانفرنس میں شامل تھا۔ مغربی دنیا نے ہمیں جمہوریت پر مبنی سیاسی نظام اور سود پر استوار معاشی نظام میں جکڑ لیا ہے اور اب ان کا ہدف ہمارا معاشرتی نظام ہے۔ وہ ایک ایسا معاشرتی نظام نافذ کرنا چاہتی ہے جس میں اسقاطِ حمل سمیت ہر وہ پروگرام شامل ہے جس کے ذریعے معاشرے میں اباحیت کو عام کیا جائے۔ ایسے میں ایک مسلمان خاتون کی ذمہ داری دوچند ہو جاتی ہے۔ انہیں ایک طرف تو آئندہ نسلوں کی تربیت کی ذمہ داری سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق عہدہ برآ ہونا ہے جبکہ دوسری جانب ستر و حجاب کی پابندی کرتے ہوئے معاشرے کے دیگر مسائل سے بھی نمٹنا ہے۔

اگلی صبح امیر محترم نے ماہانہ دعوتی پروگرام میں سورۃ المعارج پر درس دیتے ہوئے کہا کہ انسان روحانیت اور حیوانیت کا مرکب ہے۔ جن انسانوں پر حیوانیت غالب آ جاتی ہے وہ اپنے نفس کے بندے بن کر رہ جاتے ہیں۔ دنیا کی زندگی میں خواہ وہ کامیابی کے کتنے ہی مراحل طے کر لیں' آخرت میں ان کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے۔ قیامت کے دن وہ چاہیں گے کہ اپنے جرائم کے فدیے کے طور پر اپنی اولاد اور اپنی بیوی سمیت کنبہ کے تمام افراد حتیٰ کہ پوری دنیا کو دے کر چھوٹ جائیں' لیکن یہ ممکن نہ ہوگا۔ اس کے برعکس جن پر روحانیت کا غلبہ ہو وہ اللہ کی مرضی کے تابع رہ کر نماز کی پابندی' اپنے اموال میں سائلین و محرومین کے حق کو تسلیم' آخرت کی تصدیق' جنسی معاملات میں ضبطِ نفس' امانت داری' وعدہ کے پاس اور گواہی پر قائم رہنے کا مظاہرہ کرتے ہیں اور نتیجتاً جنت میں انعام و اکرام کے حقدار بنتے ہیں۔ اس سے قبل جناب فریس احمد نے تحریکی کارکنوں کے لائحہ عمل کے بارے میں ایک چشم کشا تحریر پڑھ کر تذکیر کا حق ادا کیا جبکہ جناب اعجاز لطیف نے ''اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی'' کے عنوان پر زندگی کے مختلف مراحل کی حقیقت واضح کی۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

## تنظیم اسلامی گجرات کے زیر اہتمام تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی گجرات کی طویل عرصہ سے یہ کوشش تھی کہ کسی معروف جگہ پر تنظیم کا ذاتی مرکز ہو' جہاں سے دعوتِ رجوع الی القرآن اور اقامتِ دین کی جدوجہد بھرپور انداز سے کی جا سکے۔ چنانچہ رحمتِ خداوندی کا ظہور ہوا اور مقامی امیر تنظیم جناب احمد علی بٹ اور رفقاء کی کاوشوں سے سول لائنز میں دس مرلے کا ایک پلاٹ خریدا گیا۔ اس پر ایک مسجد زیرِ تعمیر ہے' جس کی زمینی منزل تقریباً مکمل ہے اور یہاں پنجگانہ نماز کی ابتدا ہو چکی ہے۔

حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے رفقاء کے لئے ۲۰۰۲ء کا پہلا تربیتی پروگرام اسی مسجد تقویٰ میں منعقد ہوا۔ ۹ فروری کو نمازِ مغرب تک تقریباً تیس رفقاء تشریف لا چکے تھے۔ نماز کے بعد جناب حافظ مشتاق احمد نے درسِ قرآن دیا۔ پھر جناب عبدالرؤف نے حالاتِ حاضرہ پر مذاکرہ کرایا جس میں رفقاء نے مدلل گفتگو کی۔ نمازِ عشاء کے بعد جناب شاہد رضا نے ''کبیرہ گناہوں سے اجتناب'' کے موضوع پر قرآن وحدیث کی روشنی میں گفتگو کی۔ رات کے کھانے سے فارغ ہو کر مسنون' ماثور دعاؤں کا مذاکرہ ہوا اور جناب عادل نے ''آدابِ زندگی'' کتاب سے سونے کے آداب پڑھ کر سنائے۔ اس طرح یہ نشست رات ساڑھے دس بجے ختم ہوگئی۔

۱۰ فروری کو نمازِ فجر کے بعد دوسری نشست کا آغاز ہوا۔ راقم نے سورۂ بنی اسرائیل کی دو آیات کے حوالہ سے درس دیا۔ بعد ازاں جناب ناصر نے ''قرآن مجید کے حقوق کا مفہوم'' بیان کیا۔ نمازِ اشراق کے بعد امراء ونقباء کی میٹنگ ہوئی۔ تیسری نشست ۹ بجے تلاوتِ قرآن مجید سے شروع ہوئی۔ ساتویں جماعت کے طالبعلم زین العابدین نے' جس نے گیارہ ماہ میں قرآن حفظ کیا ہے' سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کی۔ ''انفاق فی سبیل اللہ'' پر جناب حافظ مشتاق احمد نے مذاکرہ کرایا جبکہ حافظ عنایت اللہ نے اسی موضوع پر درس دیا۔ کچھ وعظ ونصائح کے بعد دعا ہوئی اور ساڑھے دس بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(مرتب: خادم حسین)

## ڈیفنس لاہور میں خواتین کے لئے
## درسِ قرآن کا آغاز

۹ آرمی ہاؤسنگ سکیم' نشاط کالونی' ڈیفنس لاہور' میں خواتین کے لئے ہفتہ وار درسِ قرآن کا آغاز کیا گیا ہے۔ یہ درس ہر منگل کو صبح ۱۰ تا ۱۲ بجے دن ہوتا ہے۔ بیگم محمود عالم میاں مدرسہ کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔

## ایصالِ ثواب کے لئے دعا

گجرات کے ملتزم رفیق جناب میر محمد اقبال کے والد محترم میر محمد شفیع انتقال فرما گئے ہیں۔ رفقاء سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابا یسیرا

## بقیہ : اداریہ

ہم حکومت پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ وہ کسی بیرونی دباؤ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ملک و قوم کے مفاد میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی سعی کرے۔ پاکستان کو امریکہ اور بھارت کا تابع مہمل بنا دینا اور اس کے اسلامی تشخص کو مٹا کر ملک کو خالص سیکولر سٹیٹ بنانے کی کوشش ہرگز ملک و قوم کے مفاد میں نہیں ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے استحکام ہی نہیں بقا کا دارومدار بھی قطعی طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے ساتھ اخلاص و وفاداری پر ہے۔ جس کا عملی اظہار ملک میں نظام خلافت یعنی خلافت راشدہ کے طرز کے نظام کے قیام کی بھرپور جدوجہد سے عبارت ہے۔ اس کے بغیر یہ ملک اس بے لنگر کے جہاز کی مانند ہے جس کا مقدر مسلسل سنگین بحران سے دوچار رہنا اور مہیب گرداب میں پھنسے رہنا ہے اور جو کسی بھی لمحے اٹھتی ہوئی لہروں میں چھپی کسی نوکیلی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو سکتا ہے۔ ع ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں OO

## حلقہ سندھ (زیریں) کے ذمہ داران کا ماہانہ تربیتی اجتماع

سب سے پہلے نقباء کی ذمہ داریوں کی تذکیر ہوئی۔ بعد ازاں نقبا کے اپنے رفقاء کے ساتھ ذاتی تعلق پر گفتگو ہوئی کہ ہر نقیب اپنے رفقاء سے صرف اجتماعات کے دوران ہی ملاقات پر اکتفا نہ کرے بلکہ رسمی ملاقاتوں کے ذریعے بھی اس کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ تجویز سامنے آئی کہ اسی قسم کی ملاقاتیں امراء کو اپنے نقباء کے ساتھ بھی کرنی چاہئیں' کیونکہ نظم بالا کا سایہ اس کے زیریں نظم پر لامحالہ پڑتا ہے۔ اس حوالے سے تین رکاوٹیں سامنے آئیں: (۱) مشن سے وابستگی میں کمی (۲) وقت کی کمی (۳) فاصلے۔

مشن سے وابستگی جتنی گہری ہوگی' اسی تناسب سے دوسری دشواریوں میں کمی واقع ہوگی۔ مشن سے گہری وابستگی ہی کے نتیجے میں کسی رفیق کو اس کے لئے وقت نکالنے کی فکر لاحق ہوگی۔ وقت کے مناسب استعمال سے دعوت میں توسیع ہوگی اور افرادِ کار کے اضافے سے فاصلے سکڑیں گے۔ جب یہ سب کچھ ہوگا تو نقباء اور رفقاء کے درمیان نہ تو فکری و ذہنی سطح میں کمی بیشی آڑے آئے گی' نہ عمر کے تفاوت کا کوئی مسئلہ ہوگا اور نہ ہی سوشل سٹیٹس میں فرق و تفاوت کا کوئی اثر ہوگا۔ اس ساری گفتگو سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ احساس ذمہ داری میں اضافہ کیا جائے۔ رفقاء کی علمی و عملی تربیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے علمی و عملی سرمایہ میں اضافہ کریں' اور نہ صرف عبادات بلکہ معاملات کے حوالے سے بھی اپنا جائزہ لیتے رہا کریں۔ اس کے ذرائع میں سے اہم ترین تو امیر محترم کے خطابات جمعہ ہیں۔ اس کے علاوہ امیر محترم کے دروس و خطابات پر مشتمل کیسٹس و کتب سے استفادہ بھی مفید کرے گا۔ یہ ساری باتیں رفقاء کے آپس کے تبادلۂ خیالات کے نتیجے میں سامنے آئیں۔ اس پروگرام کا اختتام اس عزم کے ساتھ ہوا کہ جو عملی اقدامات زیر گفتگو آئے ہیں' ان پر عملدرآمد کی کوشش کی جائے گی اور ان کوششوں کا جائزہ ان شاء اللہ اگلے پروگرام میں لیا جائے گا۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

## بقیہ : زبان خلق

اتفاقیات نہیں۔ بلکہ یہ وہ حقائق ہیں جن کی جڑیں ہمارے معاشرتی نظام میں بڑی گہرائی میں موجود ہیں۔ جو وہاں سے ٹی وی سکرین پر منعکس ہو کر سامنے آتے ہیں۔

چنانچہ وہ خاندان جو گھی کے اشتہار میں دکھایا جاتا ہے' یہ فرضی خاکہ اس حقیقی خاندان کا انعکاس ہے جس کے پاس مادی اعتبار سے بنگلہ' موٹر' جائیداد' بینک بیلنس اور وہ سب کچھ ہے جس کے بل بوتے پر وہ well furnished ڈائننگ ہال میں جمع ہو کر پرتکلف کھانے بھی کھا سکتے ہیں اور قہقہے بھی لگا سکتے ہیں۔ وہ حاملہ خاتون جس کے لئے لیڈی ورکر آرام اور متوازن غذائیں تجویز کرتی ہے' اس فرضی منظر کشی کا حقیقی سین ہمارے معاشرے میں ان خواتین کی صورت میں موجود ہے جن کے اپنے فیملی ڈاکٹرز ہوتے ہیں' جو ہفتہ میں ایک بار کیا بار بار چیک اپ کے عمل سے گزرتی ہیں اور جن کو آرام کے ساتھ ساتھ متوازن غذائیں بھی ملتی رہتی ہیں۔

سگریٹ کے اشتہار میں فرضی سگریٹ نوش کا ایک حقیقی روپ ہمارے معاشرے میں موجود ہے جس کے لئے وہ سب کچھ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے جو سگریٹ کے اشتہار میں فرضی سگریٹ نوش کرتا ہے۔ چنانچہ سگریٹ کا کش لگانے کے بعد ہمارے معاشرے کا حقیقی سگریٹ نوش وہ کر گزرتا ہے کہ الامان والحفیظ۔ لہٰذا جب تک معاشرے کی اس طبقاتی اونچ نیچ کو جڑ سے نہ اکھاڑا جائے ٹی وی کی مؤثر دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تلقین کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو گا۔

## بقیہ : مکتوب شکاگو

کھوکھلی کر رہے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ لمحۂ فکریہ بھی موجود ہے کہ ہم بھارتی ثقافت کو فروغ دے کر خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔ یاد رکھئے! ہندو اپنا رویہ کبھی تبدیل نہیں کرے گا' رویہ ہمیں اپنا بدلنا ہوگا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اہلِ وطن جہاں بھی ہوں' بھارتی مصنوعات اور ثقافت کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ ہماری صحافت کے دردمند اور محبِ ملت عناصر اقوامِ عالم اور خاص طور پر عالمِ اسلام کو نہ صرف ہندو کی چانکیہ سیاست کا اصل باب یاد دلائیں بلکہ تمام اسلامی ممالک اور مسلمانانِ ہند کو قائد اعظمؒ کا ۱۹۴ء میں مصر میں فرمایا گیا یہ قول بھی ذہن نشین کرائیں کہ "پاکستان آپ کے لئے ہندو کے خلاف ڈھال بن کر رہے گا"۔


### طالبانِ قرآن کے لئے خوشخبری

**مرکزی انجمن خدام القرآن کے شعبہ سمع و بصر کی پیشکش**

☆ محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** کے ٹی وی پروگرام "**حقیقتِ دین**" کی آڈیو سی ڈی تیار کر لی گئی ہے جس میں حقیقتِ ایمان' نفاق' جہاد اور منہجِ انقلابِ نبویؐ جیسے اہم موضوعات پر تمام لیکچرز بمعہ سوال و جواب شامل کئے گئے ہیں' (MP-3)

☆ **1994**ء میں امریکہ میں محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** کا بیان کردہ

**"مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب"**

اب دو آڈیو سی ڈیز میں دستیاب ہے۔ تقریباً **80** گھنٹوں پر مشتمل (MP-3)

**قیمت فی سی ڈی : 60 روپے**

ملنے کا پتہ: **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور**

**36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501 فیکس: 5834000**

denied this. The satellite image shows that the aircraft, if there was any only hit the first ring of Pentagon building. The four interior rings remained intact. No one can explain how a Boeing 757-200, weighing nearly 100 tons and travelling at a minimum speed of 250 miles an hour only damaged the outside of the Pentagon? Or how a Boeing 13.5 metre high, 39.7m long, with a wingspan of 32m and a cockpit 2.9m high, could crash - nose down like a rocket, not nose up like a landing plane -- into just the ground floor of Pentagon?

Moreover, despite hitting the first floor, none of the pictures or video shows any debris of a Boeing 757-200 on the outside lawn, or the point of impact of its wings on the building. The County Fire Chief Ed Plaugher, couldn't tell the reporters where the aircraft was at a press conference held by Assistant Defence Secretary, Victoria Clarke, on September 12, 2001, at the Pentagon. So the official version lacks something as important as a Boeing 757.

Various theories have been put forward to prove that the US played the whole drama for more oil and more natural resource. The truth however is that until the US government comes up with concrete evidence for justifying the "war on terrorism," the Muslims would continue to doubt its intentions. We have seen country after country and city after city the Americans and its allies furious with ungovernable lust of blood; mad with murder, supporting destruction and killing; torturing human victims because somebody accused of terrorism happened to be of the same religion as the US and its allies' innocent victims. We have seen -- in these wild days and in the name of Civilisation and Justice - what have we not seen in Afghanistan, Palestine, Kashmir, Iraq and other places, of orgy, cruelty, barbarism and murder done to men and women of Muslim descent.

Conceive the US, engaged in a crusade to make the "world safe for democracy!" Can any one imagine the US protesting the Taliban's sponsorship of Al-Qaeda, while the Muslims are silent about the US sponsored Israeli carnage in occupied Arab territories; what are 2,800 dead in WTC compared with 2000 children under 15 killed in Palestine in the last 12 months, the 500,000 children killed due to UN embargo on Iraq and the thousands killed in Afghanistan? How can the US condemn the Muslims for what it commits, for more brutally, all over the world?

A true and worthy ideal frees and uplifts people; a false ideal imprisons and lowers. Say to men, earnestly and repeatedly: "Honesty is best; do unto others as you would be done by." Say this and act it and the nation must move toward it, if not to it. But plan murder, commit terrorism and say to a people: "The Muslims have done this because of their religious scriptures; they are evil, the one virtue is to be from the civilised West," and the people rush to the inevitable conclusion, "Kill the 'terrorists'!"

Is this not the record of present America? Is this not its headlong progress? Are not the Americans coming more and more, day by day, to making the statement, "we are the civilised world," the one fundamental tenet of their practical morality? Only when this basic, iron rule is involved is the Americans' defence of right world-wide and prompt. Terror may swagger, violence may rule and oppression may flourish and the Americans give but spasmodic, intermittent and lukewarm attention. They are silent at the September 11 leads against the US government. But let the terrorist be Muslim or the perpetrators of violence from the Middle East or the aggressor have a drop of Muslim blood, and the righteousness of the indignation sweeps the world. Nor would this fact make the indignation less justifiable did not we all know that it was Muslim-ness that was condemned and not crime.

The maze of unprecedented post-September 11 events -- like the show of US military force in Afghanistan, the Israeli carnage in the occupied territories the Indo-Pak nuclear brinkmanship, the US plans to attack more and more countries - must not divert our attention from demanding real investigation into the September 11 incidents. Exposure of the reality would certainly fail the years long anti-Islam theory and its aims which has worked itself through warp and woof of the daily American thought with a thoroughness that few realise. The evidence would show that everything great, good efficient, fair and honourable is not necessarily "American" or "western" or everything mean, bad, blundering, cheating and dishonourable is "Islamic," a bad taste is "fundamentalist", and the evil is "Islam." The changes in theme are continually rung in picture and story, in newspaper heading and moving-picture, in sermons and school book, until, of course, the King can do no wrong - the US is always right and a Muslim has no rights which an American or a westerner is bound to respect.

Only a real inquiry into the events of September 11 and confirmation of the US government's involvement in the affair can reduce the necessary despising and hatred of these savage half-men, known as Muslims, and avoid the now made inevitable clash of civilisations.


**اعلان داخلہ**

الہدیٰ ایجوکیشن سنٹر' سوہدرہ

میں کلاس ششم و ہفتم کے لئے داخلے جاری ہیں

☆ نصابی تعلیم کے ساتھ شعبہ حفظ و ابتدائی کمپیوٹر کی تعلیم

☆ کم از کم دس رہائشی طلبہ ہونے پر ہاسٹل کی سہولت بھی مہیا کی جا سکتی ہے۔

☆ طلبہ کے اخلاق و کردار کی تعمیر پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

**الھدیٰ ایجوکیشن سنٹر**

سوہدرہ تحصیل وزیر آباد' ضلع گوجرانوالہ

فون: 0437-692253


## دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی لاہور (وسطی) کے رفیق جناب شیخ نفیس احمد کے بائیں طرف فالج کا زبردست حملہ ہوا ہے۔ قارئین سے دعائے صحت کی اپیل ہے

حلقہ سرحد شمالی کے سینئر ملتزم رفیق مراد علی دوآبہ سے پشاور آتے ہوئے سڑک کے ایک حادثے میں شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ تمام رفقاء و احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ اللّٰھم اذھب الباس رب النّاس واشف انت الشافی لاشفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما

**Abid Ullah Jan**
(E-mail: Abidjan2@psh.paknet.com.pk)

# Evidence Matters

"Our lives begin to end the day we become silent about things that matter."---- Martin Luther King

It is interesting to note the silence of so-called mainstream media, both in the Muslim and non-Muslim world, about the evidence required to establish the guilt of the "terrorist" attacks on September 11, 2001. The silence in the Western camp is purely by design, whereas ours is due to sheer ignorance. With our silence, we have approved the US verdict and its continued slaughter in Afghanistan without any trial or tangible evidence. To the contrary, however, evidence is mounting to show that these events of mass murder were meticulously planned with the full knowledge and backing of the US government simply for expediting its global plans to counter the wrath of the oppressed. The world is silent at the leads because no one other than the US government seems to be responsible.

The subsequent doctrine of "no neutrality" and un-proportional retaliation has confirmed the pre-attacks homework against everything associated with Islam. The best work done with regard to evidence before October 07, 2001 was that of Tony Blair -- a clumsy patchwork of assertions without providing any actual evidence to establish the guilt. The fact that the US has miserably failed to make public any serious evidence before and after October 07 is of enormous significance. It shows that the events were planned to provide the US with an opportunity to pursue geo-strategic aims against Islam in a manner that would have been practically unthinkable prior to September 11. Any attempts to cover up the September 11 guilt would further widen the gulf between the west and Islam.

Among the analysts looking for peace among civilisations, there is no desire to protect Osama or the Taliban, or maintain their innocence. They may very well be complicit in the attacks in the US. But withholding evidence, if there is any, or urging the US senate to "limit" inquiries, shows the story is not as simple as we are told to believe. There is no doubt that angry Arab youths were exploited to carryout this plan but the idea behind the whole drama belonged to high-ups in Washington, not Kandahar. We must ask for the evidence, not to exonerate Osama, but de-frame Islam and its 1.5 billion adherents.

Imagine reaction of the American public if, instead of naming the CIA, Michael Springman had made public his involvement with any Muslim country's main intelligence agency for a large scale operation to bring hundreds of Arabs to the US, issue them passports and providing them training in terror tactics. Mr. Springman's interview with Canadian Broadcasting Corporation http://www.straightgoods.ca/ViewNote.cfm?REF=1267 -- however, fell on deaf ears.

Imagine the public reaction in the US if, instead of President Bush, any of the Muslim leaders had claimed in two public appearances to have seen the first plane hit the first tower on television on September 11, before the 2nd tower got hit. The significance of this is that no one in the world saw that first tower get hit, at that time, on television. This significance has, however, lost its value because Mr. Bush is not a Muslim, and the public has assumed that no non-Muslim could perpetrate a crime of this magnitude. Many other aspects on the public record clearly prove that Bush and his company had prior knowledge of what happened that morning. No one, however, asks for detail of inquiries and evidence of the official story.

The US intelligence could put the blame for terrorist strikes on the shoulders of the Taliban and Al-Qaeda within hours after the attack. However, no one has been held responsible for the Anthrax mailing so far. Were not these mailing part of the long chain of dirty tricks to not only unite the nation behind the Administration's war effort, but also literally shut down any possible inquiries? Imagine the public reaction if, instead of confirming the US military strain, the New Science Journal and New York Times had come out to say the Anthrax belonged to Libyan or Iraqi facilities (<http://www.nytimes.com/2001/12/03/national/03POWD.html?todayshea dlines>). Imagine the horror, if, instead of an American University, San Francisco Chronicle had reported any University in the Muslim world destroying its anthrax spores at such a critical stage of investigation.

Instead of providing the world with solid evidence about the September 11 crimes, Mr. Bush urged Senate Leader to "limit" his inquiry on January 29 (CNN report, January 30 at 10:09:24 EST). It was followed by Dick Cheney's call to Daschle to make the same request. Normally, with such a terrible thing, various leads and tracks appear that are then commented on by the investigators, the media, the government. This time, this is not the case at all. The guilt was established just hours after the attacks and there is a complete silence about evidence since then. No one, for instance, talks about the obscure stock transactions. Why did the amount of transactions in stocks in American Airlines, United Airlines, and insurance companies, increased 1,200% in the week prior to the attacks? It was for a value of $15 billion. Some people must have known something. We need to know, who? On the other hand, pictures taken by the US military officials and satellites at the Pentagon on September 11 also tell a different story than what the US administration tries the world to believe. Web sites, like http://www.asile.org and http://www.reseauboltaire.net have put some information that shows the Associated Press first reported that a booby-trapped truck had caused the explosion. The Pentagon quickly denied this. The satellite image